# THE
# SENATE OF PAKISTAN
# DEBATES

*OFFICIAL REPORT*

Tuesday, June 18, 2013
(95th Session)
Volume VII, No. 05
(Nos. 01-08)

## CONTENTS


| | | Pages |
|---|---|---|
| 1. | Recitation from the Holy Quran………………………………………………. | 1 |
| 2. | Leave of Absence………………………………………………………….. | 2 |
| 3. | Point of Order: | |
| | • F.B.R. Notification………………………………………………. | 3-16 |
| 4. | Further Discussion on the Finance Bill, 2013……………………………… | 17-54 |



***Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.***

Volume-VII No.05 | SP.VII(05)/2013 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, June 18, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty three minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

----------------

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۙ وَّ
الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ ۗ
تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٤﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۗ إِنَّهُ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٥٥﴾ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَ
ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۗ إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں
میں پیدا کیا، پھر اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا
ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور تارے
پیدا کیے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اُسی
کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔ اپنے رب کو

پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔

(سورۃ الاعراف آیات 54 تا 56)

Mr. Chairman: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications.

## Leave of Absence

**جناب چیئرمین:** جناب حاجی خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

**جناب چیئرمین:** جناب محمد ظفر اللہ خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 اور 16 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

**جناب چیئرمین:** جناب افراسیاب خٹک صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 تا 20 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

**جناب چیئرمین:** محترمہ فرحت عباس صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 اور 17 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We may now resume consideration of the following motion moved by Mr. Muhammad Ishaq Dar, Minister for Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Privatization on 12th June, 2013:−

> "That the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2013, containing the Annual Budget Statement, under Article 73 of the Constitution.".

مولانا عبدالغفور حیدری صاحب! ابھی تک آپ کی جماعت میں سے کسی کو بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع نہیں ملا۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین، میں ابھی حاضر ہوا ہوں، کسی اور کو موقع دے دیں۔

## Point of Order

## FBR Notification

جناب چیئرمین: جی رضا ربانی صاحب، Are you on a point of order?

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am on a Point of Order.

اور اس کا تعلق بھی بجٹ کے ساتھ ہے۔

جناب چیئرمین! ایک عجیب سی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے کہ کوئی government ہے ہی نہیں اور جس کا جو دل چاہ رہا ہے وہ کر رہا ہے۔ ایف بی آر کا جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ وہ notification کبھی نکالتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ جی ہم نے withdraw کر لیا ہے۔ اس period میں جو قیمتیں بڑھتی ہیں عام آدمی کو اس کی وجہ سے increased price دینی پڑتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ نہیں جی یہ notification ہم نے واپس لے لیا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ کیا مذاق ہو رہا ہے۔ Are we running a State or a *Rajwara*?

دیکھیں پہلے یہی سلسلہ چل رہا تھا کہ آیا GST National Assembly کے بجٹ پاس کیے بغیر impose ہو سکتا ہے؟ کیا 1931 کا ایکٹ، Article 77 کو override کر سکتا ہے؟ لازمی بات ہے کہ ایک Constitution کی provision کو 1931 کا Act override نہیں کر سکتا۔ ایک Article of the Constitution or Constitution superior legislation ہے۔ It is a legislation at a higher pedestal. وہ ابھی جھگڑا چل رہا تھا کہ کل انہوں نے نیا سلسلہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے پٹرول دو روپے ستر پیسے بڑھا دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ GST 3% ہو گئی کیونکہ ان کی budget proposal میں ہے کہ unregistered petrol pumps additional 2% GST دیں گے۔ 1% ادھر increase ہوا، 2% یہ ہوا تو 3% جی ایس ٹی increase ہو گئی۔ جناب، عام آدمی کہاں جائے گا؟ یہ ایک ہفتے کے دوران second increase in petroleum prices ہے۔ آج ابھی مجھے پتا نہیں ہے، راجہ صاحب تشریف فرما ہیں یا کسی کو بلوا کر بتائیں یا شاید خود ان کے علم میں ہو لیکن ابھی میں نے ٹی وی پر دیکھا کہ جب یہ matter سپریم کورٹ میں آیا تو وہاں پر ایف بی آر نے کہا کہ ہم نے اس notification کو واپس لے لیا ہے۔ For God's sake, Mr. Chairman, what is this? یہ حکومت چل رہی ہے یا ہم ریاست کو چلا رہے ہیں یا راجواڑا چل رہا ہے کہ جب مرضی ہوئی قیمتیں اوپر نیچے کر دیں، جس کی جو مرضی ہوئی اس نے وہی کر دیا۔ There is no government. ایسے لگ رہا ہے کہ وفاقی حکومت ہے ہی نہیں۔

میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ پٹرولیم پر تین فیصد GST بڑھا اور دوسری بات یہ کہ وہ Notification ابھی ہے یا نہیں ہے اور لوگوں نے پیسے دینے ہیں، اس پر ہم ٹوکن واک آؤٹ کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن نے ہاؤس سے واک آؤٹ کیا)

**جناب چیئرمین:** یہ بات درست ہے میاں صاحب، راجہ صاحب کا جواب تو آپ سن لیتے۔ جی. Leader of the House

**سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق:** جناب چیئرمین، اس بات کا کوئی علاج نہیں ہے کہ اگر اپوزیشن پہلے سے ہی یہ فیصلہ کرکے آئے کہ ہم نے پریس کے سامنے اور دنیا کے سامنے واک آؤٹ کرنا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کورم point out کرکے باہر چلے جائیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ اس لحاظ سے میں یہ کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے کہ ان کا حق ہے کہ وہ جس بات پر اعتراض کرنا چاہیں لیکن جناب آپ کو علم ہے کہ یہ معاملہ پہلے دن بھی انہوں نے اٹھایا تھا اور اس میں یہی طے ہوا تھا کہ یہ Finance Committee کو بھیجا جائے اور Finance Committee اس پر فیصلہ دے، اپنی recommendations تیار کرے اور پھر وہ یہاں سے قومی اسمبلی کو transmit کردی جائیں۔ وہ process ابھی جاری ہے اور simultaneously سپریم کورٹ کے اندر جب یہ معاملہ گیا تھا تو اس وقت بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ سپریم کورٹ کا اس میں کیا کام ہے اور وہ کیسے روک سکتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سپریم کورٹ کا اختیار ہے اور ultimately جو فیصلہ سپریم کورٹ کرے گی وہی لاگو ہوگا کیونکہ Constitution کے تحت اگر سپریم کورٹ کوئی فیصلہ کرتی ہے تو نہ صرف ماتحت عدالتیں اس کی پابند ہوتی ہیں بلکہ ملک کا ہر ادارہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کرائے۔ اس لیے یہ معاملہ دو تین جگہوں پر چل رہا ہے اور یہ کوئی راجواڑے والی بات نہیں ہے بلکہ یہ Constitution کے عین مطابق ہے اور جب یہ اپنی recommendations transmit کریں گے اور یہ National Assembly کے اندر چلی جائیں گی تو پھر ultimately National Assembly نے ہی فیصلہ

کرنا ہے جبکہ سینیٹ نے تو صرف recommendations propose کرنی ہیں۔ اس لیے اس میں نہ تو کوئی confusion ہے اور نہ کوئی conflict ہے۔ یہ بلاوجہ اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہیں۔

**جناب چیئرمین:** میں مشاہداللہ صاحب سے کہوں گا کہ اپوزیشن کو واپس لے آئیں and this is a parliamentary practice that is why I am bothering you.

جناب راجہ صاحب، آپ نے درست فرمایا earlier when this was agitated then I referred it to the Standing Committee on Finance of the Senate. Let them examine it that whether GST which has been increased and which has been collected right from the day when the budget was announced, whether it is legal or illegal. That is being examined.

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے ممبران واک آؤٹ ختم کر کے ہاؤس میں واپس آئے)

**جناب چیئرمین!** دوسرا issue جو رضا ربانی صاحب نے raise کیا کہ GST, registered petrol pumps پر 1% اور unregistered پر 2% ہے۔ اس پر یہ ہے کہ why a consumer should be affected. Nobody knows کہ آیا پٹرول پمپ رجسٹرڈ ہے یا رجسٹرڈ نہیں ہے۔ ultimately it affects the consumer. So, for this also there should be some mechanism. جو unregistered ہیں they should be held responsible and not the public at large or consumers should be held responsible. FBR should look into it that those who are unregistered they should not be given permission to operate all those things. It could be examined also. جی رضا ربانی صاحب۔

**سینیٹر میاں رضا ربانی:** مشاہداللہ صاحب ہمیں لینے آئے، ان کے لیے ہمارے دل میں بڑی respect ہے۔ ہم نے اکٹھے جدوجہد کی ہے اس لیے ہم واپس آگئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ ہاؤس چلے لیکن میں راجہ صاحب کی بات سن رہا تھا۔ جو بات راجہ صاحب نے address کی ہے وہ میں نے

ضمناً بات کی تھی۔ اصل issue جس پر واک آؤٹ ہوا یہ ہے کہ 2.75 روپے پٹرول کی قیمت بڑھا دی گئی۔ ابھی اس کا رات کو notification ہوا، ابھی سپریم کورٹ میں غالباً یہ کہا گیا کہ جی یہ notification ہم نے واپس لے لیا، میں اس بات پر کھہ رہا ہوں۔ وہ بات جو راجہ صاحب نے کہی اور آپ نے بتائی وہ totally الگ issue ہے۔ اس کی legality پر تو میں نے ضمناً بات کی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ They cannot make up their mind کہ notification کرنا ہے، نہیں کرنا، لگانا ہے یا نہیں لگانا، دینا، لینا واپس، آگے، پیچھے، میرا مطلب ہے یہ state run کررہے ہیں یا کیا کررہے ہیں۔

Mr. Chairman: It is a good opportunity for a whistle blower. That is correct, I have already said that general public should not be penalized. If someone is working without registration, the Government should take notice of those petrol pumps.

ان کے بارے میں بات ہو، general public کے بارے میں نہ ہو تو اس پر جیسے وہ کہہ رہے ہیں تو let it be examined, again it can be examined by the Standing Committee on Finance. Let that Committee examine it and it should come with a report to the House and then House can discuss all those things. جی سعید غنی صاحب۔

سینیٹر سعید غنی: بہت شکریہ۔ چیئرمین صاحب! یہ issue صرف پٹرول پمپ تک محدود نہیں ہے۔ اصل میں point یہ ہے کہ انہوں نے جو 2% extra GST لگائی ہے کہ جو companies sales tax میں registered نہیں ہیں، وہ جتنی چیزیں sale کریں گی ان کے اوپر 2% extra لیں گے۔ کوئی بھی کاروباری آدمی اپنے اوپر یہ 2% burden نہیں لے گا۔ اگر کوئی registered نہیں ہے تو اس کو penalize ہونا چاہیے لیکن آپ سزا ان لوگوں کو دے رہے ہیں وہ تو transfer کررہا ہے۔

Mr. Chairman: That is what I have said.

سینیٹر سعید غنی: جناب! یہ مسئلہ یہاں تک نہیں رکے گا، یہ کل سے شروع ہو گیا ہے۔ پٹرول پمپ تو ساری دنیا کے نظروں میں آگیا اور پتا چل گیا لیکن اگر کوئی شخص روزمرہ کی چیزیں خرید رہا ہے اور وہ اس پر 2% extra GST pay کر رہا ہے اور وہ 17 روپے کی بجائے 19 روپے دے رہا ہے، اسی کی تو کوئی remedy نہیں ہے، اس کو تو یہاں پر کوئی سن نہیں رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ 2% extra GST جو انہوں نے لگائی ہے وہ بھی اور ایک جو 16 سے 17 کی ہے وہ بھی واپس کریں تب جا کر لوگ سکون کا سانس لیں گے۔ ورنہ یہ مہنگائی کا اتنا بڑا طوفانی سیلاب آجائے گا کہ اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi *sahib*.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman. I am reminded of a Chinese poor man.

جب میں میاں صاحب کی باتیں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ پاکستان کی حالت کیا ہے۔ I was sad because I had no shoes and then I met a man who had no feet اس والی حکومت کو تو ہم روتے تھے، چلو جی جوتے نہیں تھے، اب ہم کس کو روئیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے پیر ہی نہیں ہیں، نہ آگے ہے، نہ پیچھے ہے، یہ پاکستان کے عوام کی حالت ہے۔ Sir, I am very grateful کہ آپ نے مجھے موقع دیا

as an Independent Opposition also and as my party representative. Sir, the great misfortune in our country is that 98% of the masses are held hostage by 2% ruling elite. The feudals, businessmen, industrialists, generals, senior bureaucrats, business tycoons, the money and land barons which constitute this dreaded 2% have held the poor, meek, humble, oppressed and suppressed masses of Pakistan hostage since the creation of Pakistan. All budgets in the

past have therefore, represented the privileged 2% and this one is no exception. Like this budget, they have always been feudals, industrialists, multi−nationals, bankers and big business oriented. In spite of having a brilliant financial wizard Senator Ishaq Dar as the honourable Finance Minister and a dream team at the helm of affairs, a heavy mandate and ample opportunity, the Government has failed to provide a budget that offers any relief whatsoever to the poor or the middle classes of Pakistan. It seems that the Government found it impossible to break stranglehold of the powerful ruling elite and the bureaucrats. It can only be claimed to be a budget of the elite, by the elite, and for the elite and will make the rich richer and the poor poorer.

Mr. Chairman, cries of anguish can be heard from the length and breadth of this great land of ours while inflation marches ruthlessly on and the people are desperately attempting to make both ends meet and apparently merciless Government demands more from the people that they have to give. However, the poor, meek, humble masses supposed to manage when the prices are not controlled. Subsidiaries are removed from food stuffs and tariffs on utilities used by the poor are expected to be harshly and heartlessly raised almost weekly. Instead of relief the nation has been presented a beautiful rhetoric.

There are as usual impressive promises, words and figures in the budget documents. I must emphasize people cannot live on promises alone, nor can they eat figures. Figures and promises don't fill empty stomachs. Promises made and broken lose their appeal just as perfumes once stale smell worse than weeds. Budgets are supposed to give the economic strategy, policy and

vision of the Government. The strategic design of this budget seems to be to maintain the convenient status quo and let the poor and middle classes suffer the outrageous misfortunes of rising prices, unemployment, poverty and power outrages. The national economic problems are persistent deep and structural. The solution offered should have been on the scale of the challenges. The glaring fact is that balancing of revenues and expenditures has not been done. We will soon be told about additional security expenses, inflation related increases and other unforeseen expenses and we are going to be burdened by frequent mini budgets and cuts.

Our most serious problems are on the revenue mode of things. Our Government spends and plans to spend far more than what is expected to earn. More tax revenues must be raised but they don't want to raise them from the ruling elite or from their supporters who finance their elections and who finance their political parties. They are the people and sectors who have always connived with the Governments in power to stay out of the tax net.

Agriculture has not been taxed as expected. The influential agricultural lobbies in the ruling elite have once again succeeded in forcing the Government to exempt the sensitive sector from taxes and the Government is going to face huge losses. No, measures have been suggested to waive state of self-reliance or reliance on indirect taxes which hurts the poor most.

Sir, it is usually a basic rule of finance that direct taxes are usually levied on the rich and the indirect taxes always harm the poor. In any balanced budget political and economic stability has to be maintained and integrated. This basic principle has been

completely ignored. Relief for the poor segments and growth has been sacrificed at the altar of stabilization and convenient status quo.

Mr. Chairman, this is a time of restlessness. It is a time of hardship, it is a time of misery of privatization and concern for large segments of the Pakistani long suffering society.

Mr. Chairman, this is a summer of discontent. I hate predicting it but with this budget this is going to be a year of extreme discontent and abject hardship. Based on uncertain sources of external flows and internal revenues Government has taken a huge gamble of presenting Rs.3591 billion budget without knowing whether the resources pledged by foreign donors and loans would be available and without guarantee of internal resources being generated.

The Government plans to borrow from banks and non-banking sector. Last year the Government borrowed four times more than what it had planned to borrow and ended up printing notes. This is exactly what is going to happen in the coming year.

Mr. Chairman, in a scenario dotted with economic slow down, deteriorating law and order situation and unabated inflation the honourable Finance Minister has come up with the budget of extremely desperate hopes and impossible to achieve targets, which is sure to bring rising prices, hardships and inflation.

Mr. Chairman: Corruption is eating away at the very core the vitals of Pakistan's society.

اور اس بجٹ میں کسی جگہ پر کرپشن سے deal کرنے کے لیے نہ کوئی vision دی گئی ہے، نہ کوئی وعدے کیے گئے ہیں، نہ کوئی promise کیا گیا ہے اور نہ کوئی plan دیا گیا ہے۔ Institutionalized corruption is existing in our society. وہ بخشیش والا، چائے پانی والا زمانہ چلا گیا ہے۔ اب تو زمانہ ہے کہ کسی صاحب کو اس کی girl friend کے ساتھ Montecorlo بھیجنا پڑتا ہے یا virgin Islands بھیجنا پڑتا ہے اور وہاں پر جا کر account کھولنا پڑتا ہے۔ آپ کوئی اخبار بھی کھول لیں تو 300 or 400 billion کا fraud پائیں گے۔ اب اس حکومت نے پالیسی lay down کرنی ہے۔ کیا وہ clampdown کریں گے اور corruption کو ختم کریں گے یا وہ بھی بہتی ندی میں ہاتھ ڈال دیں گے یا اگر ہاتھ سے بھی دل نہیں بھرا تو بہتی ندی میں ڈبکیاں مارنی شروع کر دیں گے اور پاکستان کو اور لوٹیں گے؟ اس کے لیے گورنمنٹ نے اپنا resolve دکھانا ہے۔ کوئی بھی corrupt ہو، کوئی بھی smuggler ہو، کوئی بھی tax evader ہو اور کوئی بھی black marketeer ہو اس کو punish کیا جائے۔ یہ جتنے بھی لوگ ہیں، جتنی بھی corruption ہوتی ہے، جو بھی corrupt ہے اور جو بھی پاکستان کے خزانے کو لوٹ رہے ہیں وہ لوٹ ہی نہیں سکتے جب تک گورنمنٹ، Government servants, political power اور political influence ان کے پیچھے نہ ہوں۔ انہوں نے کوئی تجویز نہیں دی۔ Strict action and vigilance آپ کو FBR پر چاہیے جو کہ corruption in coalition مل کر 100 billion سے زیادہ آپ کا پیسا سالانہ کھایا جا رہا ہے مگر ادھر کچھ بھی نہیں بتایا گیا ہے۔ پاکستان کے لوگوں کو ایک مرتبہ دکھا دو کہ پاکستان کے لیے یہ حکومت سب کچھ کرنے کو تیار ہے اور جنہوں نے اس پر خرچے بھی کیے ہیں، جنہوں نے ان کو donations بھی دیے ہیں اور جو ان کے financial supporters بھی ہیں ان کو payback نہیں کیا جائے گا۔ ان کو allow نہیں کیا جائے گا کہ وہ پاکستان کی دولت کے ساتھ کھیلیں۔ جو بھی guilty ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، کسی بھی جگہ پر ہو، کسی بھی power پر ہو، looted wealth کو واپس لاؤ، bank loans written off چاہے وہ کوئی بھی ہوں، کسی بھی track سے، کسی بھی اچھے اچھے وکیلوں کو تین تین کروڑ روپے دے کر آپ لوگوں نے کوئی stays لے لیے یا NAB سے مل کر کوئی آپ نے arrangement کر لی۔ نہیں، وہ پیسا پاکستان کا پیسا تھا، ان loans کو واپس کرنا چاہیے، جس نے بھی loans لیے ہیں، چاہے وہ کوئی بھی

ہوں وہ loans واپس لیئے جائیں۔ اس بجٹ میں low income group کو بہت ہی harm کیا جائے گا۔ ان کے اوپر بوجھ ڈالا جا رہا ہے، وہ بیچارے کیونکہ پہلے سے tax دیتے ہیں پھر بھی سارا بوجھ ان پر۔ 3 billion روپے کا انکم ٹیکس relief انہوں نے دکھایا ہے جو سب industrialists کے لیے ہے۔ ٹھیک ہے وہ دونوں front benches سارے industrialists سے بھرے پڑے ہیں مگر خدا کے لیے پاکستان میں غریب بھی رہتے ہیں، ان کا بھی کچھ خیال کیا جائے۔

بجٹ میں سمند پار پاکستانیوں کا نام ہی نہیں لیا گیا۔ سب سے patriotic اگر پاکستان کا کوئی ہے تو وہ Overseas Pakistanis ہیں، ان کی foreign exchange سے ہماری foreign exchange reserves ہیں، ان کی وجہ سے ہم لوگ چل رہے ہیں۔ ان کے لیے کوئی incentives دیں، industrial zones, technology cities, low cost housing schemes دے دیں۔ ایسی کوئی چیز مجھے بجٹ میں نظر نہیں آئی۔ جناب چیئرمین! یہ rising prices issue میاں رضا ربانی نے بھی raise کیا ہے۔ باقی ممبران بھی دو دن سے raise کر رہے ہیں۔ یہ تو آپ کو پتا ہے کہ جب گورنمنٹ ان کو زیادہ شہ دیتی ہے، جب ایک پٹرول کی قیمت آپ بڑھا دیتے ہیں تو وہ تو ہر چیز پر اثر کرتی ہے۔ غریب آدمی بس میں سفر کرتا ہے، وہ BMW اور Pajeros میں نہیں جاتا۔ بس کا کرایہ بڑھ جاتا ہے اور پھر ٹرک کا کرایہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ہر چیز مہنگی ہو جاتی ہے۔ Inflation نے ہماری بہادر اور غیرت مند قوم کی کمر توڑ دی ہے۔ اس کے لیے کوئی نہ کوئی اقدام کریں، اگر نہیں کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت مشکل ہو گا پاکستان کے عوام کے لیے۔ جنرل سیلز ٹیکس سولہ فیصد سے سترہ فیصد، ایک فیصد بڑھانے سے آپ نے already دیکھ لیا کہ بازار میں 20 اور 25 فیصد قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ اگر آپ اسلام آباد میں ائرکنڈیشنڈ کمروں سے نکلیں اور بازار میں جائیں تو آپ prices کو دیکھیں گے اور اب تو رمضان شریف آ رہا ہے۔ اب دیکھنا کہ یہ کیسے کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد law and order کو address نہیں کیا گیا۔ بجٹ vision ہوتا ہے۔ بجٹ دستاویز all encompassing ہوتی ہے، وہ all embracing ہوتی ہے، اس میں آپ کو ہر چیز کو دیکھنا پڑتا ہے۔ Law and order کی یہ situation ہے کہ

پاکستان میں اب ہماری بچیاں safe نہیں ہیں۔ غیرت مند قوم کی بچیوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے، درندے آتے ہیں، وہ انسان ہی نہیں ہیں اور ان کے ساتھ ہماری یہ حکومت soft ہے کہ ہم ان سے بات کر لیں گے۔ وہ آپ کی بچیوں کو قتل کر رہے ہیں اور آپ ان کو roses دے کر ان کو ٹی پارٹی میں بلا کر ان کے ساتھ بات کریں گے۔ آپ ان کے ساتھ کیا بات کریں گے؟ انہوں نے 40 ہزار پاکستانیوں کو شہید کر دیا ہے۔ 10 ہزار سے زیادہ ہماری بہادر فوج کے جوانوں کو ان لوگوں نے شہید کر دیا ہے۔ اب ان کے ساتھ کیا بات ہے؟ پہلے بھی بات چیت ہوئی ہے، سوات میں بات چیت ہوئی ہے۔ گھٹنے ٹیک دیے تھے حکومت نے، یہ کہتے تھے کہ دے دیا اور انہوں نے کیا کیا وہ وقت کو استعمال کیا۔ وہ وقت کو استعمال کر کے build up کیا اور مارچ شروع کر دیا اسلام آباد کے خلاف، entry کر رہے تھے پنجاب میں۔ یہ سب tricks ہیں، ان کے ساتھ آپ کو deal کرنا پڑے گا۔ Fundamentalism اپنی جگہ، طالبان اپنی جگہ، آپ کی banned organizations بڑے فخر سے کہتی ہیں کہ ہم نے یہ بچیاں ماری ہیں۔ بے غیرتو! آپ کیسے مار سکتے ہو اور کیسے اپنے آپ کو انسان کہتے ہو اور پھر اسلام کا نام بھی لیتے ہو۔ اسلام نے تو سکھایا ہے کہ پاکستان کی عورتیں تو چھوڑو دنیا کی عورتوں کی عزت کرو۔ اسلام نے مسلمان عورت کی نہیں ساری دنیا کی عورت کی عزت سکھائی ہے۔ ہم لوگ یہ ہیں کہ ہم اپنی بچیوں کو مار رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں we are getting use to it, war on Pakistan, کراچی میں آپ دیکھیں، کراچی میں law and order کی situation کو دیکھیں۔ روزانہ دس سے بارہ آدمی مارے جا رہے ہیں۔ لسٹ دیکھیں تین متحدہ قومی موومنٹ کے، تین شیعہ، باقی دو بیچارے شریف آدمی جو سودا لینے گئے تھے، کوئی بیچارہ اپنے بچوں کے ساتھ سکول گیا تھا، ان کو بچوں کے سامنے قتل کیا گیا۔ Missing persons کی لعنت تو بلوچستان میں ہے اور بلوچستان کو against the wall کر دیا ہے missing persons نے۔ Missing persons اتنی بڑی چیز ہے کہ ان کے بارے میں آپ سوچ نہیں سکتے، پوری دنیا حیران و پریشان ہے۔

**جناب چیئرمین: کرنل صاحب! conclude کر لیں۔**

**سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب چیئرمین!** میرا پارٹی لیڈر کا time ہے۔ میرا extra time ہے۔ ویسے بھی میں ختم کرنے جا رہا ہوں مگر دو منٹ مجھے

missing persons چاہییں۔آپ ان کے خلاف کوئی action نہیں لے رہے ہیں۔ہمارے لوگ ہیں، چیخ رہے ہیں، رو رہے ہیں، پیٹ رہے ہیں اور کوئی سن نہیں رہا ہے۔ ہم لوگوں کو پاکستانی خون گرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ ہم اس کو easy لے لیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ایک پاکستانی جان چاہے وہ کسی کی بھی ہو، چاہے پختون کی ہو، چاہے پنجابی یا سندھی کی ہو، وہ پاکستانی جان ہے اور پاکستانی خون ہے۔ ہمیں پھر جاگنا پڑے گا۔ War on Terror کے معاملے میں ہم نے اپنی فوج کو full support کرنا ہے۔ ابھی ہمارے ہاں لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اسلامی لوگ ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ نہیں جی، اگر امریکہ کی جنگ نہ ہوتی تو وہ پاکستان کے 40 ہزار لوگوں کو نہ مارتے۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کے ساتھ بات چیت کر لو۔ ان کی power آپ دیکھ لیں۔ Election سے پہلے انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی، اے این پی، متحدہ قومی موومنٹ کو چلنے ہی نہ دیا، خاص کر پختونخوا اور کراچی میں کیونکہ ہم liberal اور modern تھے، ہم tolerant تھے، وہ تو اس قسم کی پارٹیاں tolerate نہیں کر سکتے۔ ہم democratic لوگ ہیں۔ اب انہوں نے تو facilitate کر دیا۔ جناب چیئرمین! جس نے بھی کبھی monster create کیا ہے، تاریخ میں جس نے بھی کبھی درندہ create کیا ہے یا درندے کے ساتھ agreement کیا ہے،وہ درندہ invariably turn کرتا ہے اپنے master پر، آج یہی ہو رہا ہے۔ وہ demand کر رہے ہیں، above the sky نہیں deliver کر سکتے تو انہوں نے زیادہ مارنا شروع کر دیا ہے، وہ اپنی طاقت دکھا رہے ہیں۔ یہ حکومت کا کام ہوتا ہے، فوج کا کام نہیں ہوتا ہے political direction دینا، strategy دینا، one line, seek and destroy all militants جو بھی پاکستان کے خلاف ہیں ان کو destroy کیا جائے۔ آپ یہ کام فوج کو دیں اور فوج سے کام لے کر دکھائیں، اگر نہیں لیتے تو sack them اسی طرح پاکستان بچے گا، ورنہ پاکستان نہیں بچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پاکستان کو بچائے، ہماری بچیوں کو بچائے، I am very grateful کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

**جناب چیئرمین:** کامل علی آغا صاحب آپ بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں یا point of order پر۔

**سینیٹر کامل علی آغا:** میں point of order پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! مجھے انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ محترم اسحاق ڈار صاحب کی تقریر میرے پاس ہے۔ اس کتابچے کے پہلے پیراگراف میں انہوں نے نمبر ۳ پر یہ فرمایا تھا کہ معیشت کے سلسلے میں جناب وزیراعظم صاحب نے اصلاحات کے ایک جامع پروگرام کا اعلان کیا ہے جو اس کو ایک نئی جلا بخشے گا، ترقی کے عمل کو تیز تر کرے گا، قیمتوں میں استحکام پیدا کرے گا۔ آگے نوجوانوں کے لیے روزگار۔۔۔۔۔ جناب چیئرمین! بار بار یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے، سچ بولیں گے، سچ یہ ہے کہ ابھی بجٹ proposals پارلیمنٹ میں موجود ہیں، سولہ فیصد سیلز ٹیکس جو بڑھایا گیا سترہ فیصد کیا گیا وہ تیرہ تاریخ کو لاگو کر دیا گیا۔ اس پر بات ہوئی، اس ہاؤس میں بھی ہوئی، لیکن میں افسوس سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ privilege بنتی تھی جو رضا ربانی صاحب نے پیش کی اور آپ کی طرف سے اسے Finance Committee کو بھیجا گیا، Privileges Committee کو نہیں بھیجا گیا، یہ میرا اعتراض ہے اور وہ اگر آپ Privileges Committee کو بھیج دیتے تو ٹھیک تھا یہ جو دو فیصد مزید سیلز ٹیکس لاگو کر دیا گیا ہے، ظلم کیا جا رہا ہے، سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ریاست چلا رہے ہیں یا شاید بادشاہت چلا رہے ہیں۔ جب مرضی کوئی ٹیکس لگا دیا، جب دل میں آیا واپس لے لیا۔ سپریم کورٹ میں یہ کہتے ہیں ہم نے withdraw کر لیا ہے، یہ دو فیصد دو مرتبہ withdraw ہو چکا ہے، دو مرتبہ پھر لاگو ہو گیا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ تو صرف پٹرولیم آئٹم کی بات ہے کہ unregistered سے لینا ہے، unregistered کون ڈھونڈے گا جب پٹرول ختم ہو چکا ہو گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ، آغا صاحب you have made your point، یا پھر آپ بجٹ پر تقریر کر لیں میں آپ کو floor دیتا ہوں، آپ بجٹ تقریر کر لیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: آپ اس کی وضاحت طلب کریں۔ اگر آپ انہیں latitude دیں گے تو قوم کے ساتھ کیا ہو گا؟

**جناب چیئرمین:** شکریہ، جہاں تک privilege motion کا معاملہ تھا، اس کو میں نے defer کیا تھا، اصل جو issue تھا کہ یہ جو GST collect کیا جا رہا ہے، آیا وہ قانونی ہے، legal ہے، آئینی ہے یا غیر آئینی ہے۔ یہ چیز سپریم کورٹ بھی examine کر رہی ہے چونکہ Parliament is a sovereign body جو پارلیمنٹ کی فنانس کی سٹینڈنگ کمیٹی ہے میں نے اس کو refer کیا ہے، اس کی legality کو examine کریں آیا کہ وہ GST legally لے سکتے ہیں

let the verdict come from the Committee then I will take up the privilege motion. Let the verdict of the Committee come to the House then I will decide about the Privileges Committee.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Just one minute. I am very sorry

میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جلدی سے بیٹھ گیا، کچھ کہا بھی نہیں، میری 61 suggestions ہیں کہ اس بجٹ کو بہتر کیا جائے۔

Mr. Chairman: They should be given to the Committee.

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: نہیں جناب! کمیٹی نہیں، I would like it to be part of my speech کیونکہ I do not want to use.

Mr. Chairman: That will be placed on record.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much.

Mr. Chairman: Now I give floor to Senator Syed Muzafar Hussain Shah.

Further Discussion on the Finance Bill, 2013

Senator Syed Muzafar Hussain Shah: Thank you sir, now we have heard a lot of speakers form both sides of the House but I would say that the budget needs to be looked at in the context and in the background of economic conditions that are prevailing in Pakistan at the time that budget was formulated. This country was totally devastated by the energy crisis. This energy crisis, virtually affected every sector of national life, industry, agricultural, household and domestic goods even the common man, the growth in the economy had been stunted. Investment was not coming in, the growth was basically at a meager rate i.e 3%, inflation was running at a percentage nearing 13% coupled with that was the phenomena of terrorism and the break down of law and order. It was in this background that the Government was called upon to formulate the budget for 2013−14. There were difficult circumstances and I think in these difficult circumstances the Finance Minister has been able to present proposals which are realistic and which are in conformity with the conditions of the economy prevailing in Pakistan.

First, I would like to say a word on the energy crisis in this country. The energy crisis emanated primarily because of mismanagement, bad governance and relying totally upon thermal power for generating electricity. Inspite of the fact that we have had various organizations and leaders calling for the alternative sources of the energy, like wind, solar energy and coal, yet we saw that the dependence was totally upon thermal and thermal is a very expensive item to be in a position to import. We heard a lot about the Thar coal, so far, not even one MW has been added from the Thar coal to the national grid. If we really want to be in a position

to address the energy crisis I think the Government would have to very seriously consider, being in a position to look for alternative sources of energy. One amongst them being, we hear a lot about the Thar coal having reserves more than the oil reserves of the Saudi Arabia and Iran but in the last seven to eight years we have not been able to even add one MW to the national grid. There has been no development in solar energy. There has been no development in wind energy. These are items otherwise once we are able to clear the circular debt, unless the issue of the cost of production of electricity and the cost at which it is being provided to the consumer, unless that difference is not reduced, the circular debt will again rise within about a year or two years but at the moment I think the major problem in Pakistan's economy is basically clearing the circular debt first and then seeing that the circular debt does not mount time and again and in the meantime to divert our attention to other sources of power which is the Thar coal, solar and also the wind energy. I would like to mention here that though we are facing an economic crisis basically in relation to growth and investment but there is a lurking fear that inflation will again rise. Where the GST has increased from 16% to 17%, it is bound to affect commodities and services. It is also bound to affect petroleum, transport, agriculture, every other item, therefore, sir, it is necessary that we address inflationary trends after the budget proposals have been accepted by Parliament.

I would like to point out that in this dismal economy also the one sector that showed the improvement and performance was agriculture. My distinguished colleague who was talking about that there have been no income tax on agriculture, I would like to be in

a position to remind him that sometimes they say that little knowledge is also dangerous. Both in the Punjab and Sindh all farmers are paying agricultural income tax. In Sindh, sir, there is the Agricultural Income Tax Ordinance 12 of 2000 which lays down that any farmer whose income is more than Rs.50000/− per annum, has to be in a position to file a declaration and there is a schedule of income on every item, on every crop, on cotton, on sugarcane, on wheat, on other items also. So, therefore, I think perhaps our distinguished colleagues here should find out whether farmers are paying income tax or are not paying. I myself, am a farmer, sir, and throughout the province those who are earning some more than Rs.50000/− a year, they pay agricultural income tax, exclusive of land tax which is Rs.200/− per acre, abiana, local cess, cotton charges, these are the broad spectrum of charges that the farming community in Pakistan has been paying for the last ten years.

Since I am on agriculture, sir, I would like to point out to you that the farming community in Pakistan has expressed serious concerns on negotiations of the trade deal with India especially on the most favourite nation treatment. A bag of urea in Pakistan is available for Rs.1800/−, that same bag of urea is available in India for Rs.425/−. A bag of nitro phosphate is available in Pakistan for Rs.2400/− but in India it is available for Rs.450/−. If Indian goods are allowed to flood the Pakistani market, the Pakistani farmers would be totally finished off, therefore, we had pointed out in the Committee, in the Foreign Relations Committee and in the Committee for Food Security that it is essential that the Government of Pakistan impose taxes and levies so that there is a level playing field for the Pakistani farmers. Sir, the Pakistani economy has been

saved primarily because of agriculture. At agriculture we are able to feed our people, wheat production has gone up, cotton production has gone up, sugarcane production has gone up, therefore, it is necessary that the agricultural sector should be given incentives, it should be given reasonable subsidies and should be protected in relation to inter state traffic as far as agricultural commodities are concerned.

Now, sir, I would like to draw your kind attention that amongst the various problems in the water sector today, it was under Mian Nawaz Sharif's leadership in 1991 that the Water Accord was signed. I had signed it on behalf of the Government of Sindh, Shah Mehmood Qureshi had signed it on behalf of the Government of the Punjab, Mr. Ghulam Haider Wain was the Chief Minister in the Punjab at that time. We established an authority through an Act of Parliament called IRSA (Indus River System Authority) but unfortunately, the implementation of the provisions of 1991 Water Accord have not taken place. I would respectfully point out to the Government that it is necessary that the 1991 Water Accord be implemented in letter and spirit. Questions like the opening of the Chashma – Jhelum link canal, the Thal Canal, these are the issues that need to be resolved if not at the provincial level, they should be taken to the CCI (Council of Common Interests) on Institutional body which resolves these issues?

Sir, I would also like to point out a very fundamental question today at the time of budget formulation. Those of us who are sitting in the Senate here, represent as the custodians of the Federation but when you look at the role of the Senate in Budget making it is virtually nil. It has no role in the pre-budget

formulation, it has no role in the post budget formulation so much so that the Senate is not even included in the Public Accounts Committee, therefore, I would like to address Pakistan's political leadership, everybody wants a federal parliamentary system of government but is this actually a federal parliamentary system of government where the Upper House has no role in the budget. It has no role in the Public Accounts Committee. It has no role in the formulation of the budget. It has no role in relation to the oversight, the monitoring of expenses after the budget is passed. I would propose sir, on the floor of the Senate that those who talk about the federalism and those who talk about provincial autonomy, this is the time now since 1973 virtually 22 years have passed, Pakistan's political leadership should now decide to make Pakistan into a truly federal parliamentary system of government. This system is symbolically federal there is nothing….

*(Interruption)*

Senator Syed Muzaffar Hussain Shah: Sir, truly there is nothing about the federal system, symbolically Upper House and Lower House it is like putting 104 people and asking them to organize a seminar and discuss the budget and that is about all, the tall and the short of it. It is necessary that both the houses of parliament the National Assembly and the Senate should have committees to which proposals should be made for the formulation of the budget at least three months before the finalization of the budget. The Senate should be given representation in the Public Accounts Committee. The Standing Committees of the Senate on the pattern like they have in the Lok Sabha and the Rajia Sabah,

where there is a joint committee, why can't we have it in Pakistan? We have no representation whatsoever and it is sometimes very awkward that the standing committee in the National Assembly takes one decision and the Senate standing committee takes another decision. There is always a conflict basically of interpretation and the conflict in relation to taking a position, therefore, sir, it is time now, right 23 years and those who passed the 18th Amendment, those who were the formulators of the 18th Amendment, we give them full praise that you delegated authority to the provinces, financial authority, you devolve subjects from the Concurrent List of the Constitution. What about the Senate? The symbol in Pakistan's constitutional structure, the Upper House is not meaningful, it can not be asked to play a pivotal role unless the Senate is given the fiscal authority and also given the authority to monitor as a watchdog. Sir, I would propose that Pakistan's political leadership should address this issue by amending the rules and creating joint Standing Committees with the National Assembly of Pakistan and of the Senate and these budgetary proposals should be placed before the joint parliamentary committees of the Senate and the National Assembly of Pakistan. It is after these joint committees have been able to finalize the proposals for the budget that it should be simultaneously placed before the National Assembly and before the Senate of Pakistan.

Now sir, I would like to point out to you that in relation to the water and power sector, it is one of the most important sectors of Pakistan's national economy. There are projects of the water and power sector which, for the last Twenty years, are still ongoing. I would like to refer to one such ongoing project. Sir, it is at Sr. No.

1163 on page 109 of the Public Sector Developmental Schemes of 2013−14 by the name of Makhi Farash Link Canal. This is a mega project which was initiated after the water accord was signed in 1991. It was started in 1991 and it was set to be completed within three years. 20 years have passed sir. I have also moved a recommendation for the Finance Committee to be sent on behalf of the Senate. We would request the Finance Minister that whatever funds are required, please allocate those funds so that this scheme can be completed. What is happening is that schemes which are to be completed in 3 or 4 years time are taking 15, 15 and 20, 20 years with a result that while you are working on the later part, the first part of the scheme is finished. The credit to the farming community in Pakistan, in all the four provinces the Agriculture Development Bank of Pakistan is giving a credit of only 200 rupees for produce index unit which is peanuts. It means that a farmer who has 100 acres of land, he is not given credit of more than two lacs of rupees. Now sir, the purchasing power of two lac rupees now a days is nothing, it is peanuts. I think the Finance Minister should seriously consider expending the facilities of credit to the farming community in Pakistan and give them concessions in terms of interest rates, give them a subsidy in relation to urea, fertilizer, seed and the electricity for tube wells and for lifting machines in areas which are *Charkhi* areas. Sir, *Charkhi* areas are those where you need a lift machine to lift water for agriculture purposes.

Sir, I would also like to point out that those areas which basically have been affected by calamities last and year before last should be given concessions in relation to agriculture loans. There, the recovery process should be frozen till such time as they are in

a position to carry on their work properly. Sir, I have also said that the Standing Committees of the Senate, which presently is the Standing Committee on Finance which is entertaining proposals for sending them to the National Assembly of Pakistan, the mandate of this through the Rules of Procedure should be changed sir. In the end, I would like to say that in these difficult times I think this budget is the best that we could possibly have been able to formulate and the Pakistan Muslim League (F) would support this budget because we feel that the direction is right. It calls for tightening of the belt and checks and balances especially in relation to growth, investment, law and order. Thank you very much sir.

Mr. Chairman: Thank you. Khalida Perveen *sahiba*.

سینیٹر خالدہ پروین: جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 14-2013 پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! نئی منتخب حکومت نے اپنے پہلے بجٹ برائے سال 14-2013 میں جس قدر زیادہ مراعات صنعتی شعبے، corporate sector اور کاروباری طبقوں کو دیں، اس کے برعکس انہوں نے زراعت کے شعبے، محنت کشوں، کاشتکاروں اور سرکاری ملازمین کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ elite class کا بجٹ ہے۔ جناب چیئرمین! یہ کسان دشمن اور محنت کش دشمن بجٹ ہے۔ جناب چیئرمین! بجٹ 14-2013 میں قومی مالیاتی تقسیم ایوارڈ 2009 میں طے کیے گئے فارمولے پر عمل درآمد کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا مثلاً higher education کے لیے universities میں اعلیٰ تعلیم کے لیے مجموعی طور پر پچاس ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کا زیادہ فائدہ ملک کے ترقی یافتہ علاقوں کو ہو گا، جہاں پر universities کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ ملک کے پسماندہ علاقوں میں universities کی تعداد بہت کم ہے، اس لیے وہ اس سے مستفید نہیں ہو پائیں گے۔ مثال کے طور پر ملک میں سرکاری اور نجی شعبے میں universities کی کل تعداد سو کے لگ بھگ ہے جس میں پنجاب میں تقریباً اٹھائیس universities ہیں جب کہ جنوبی پنجاب میں universities کی تعداد دو ہے۔ اس طرح چھبیس universities وسطی

پنجاب میں ہیں جبکہ جنوبی پنجاب کا رقبہ پنجاب کے کل رقبے کا چھیاسٹھ فیصد ہے اور اس کی آبادی پنجاب کی کل آبادی کا بیالیس فیصد ہے۔ قومی مالیاتی ایوارڈ کی رو سے تعلیم کے شعبے میں مالی وسائل کی مساویانہ تقسیم ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ ایک آئینی تقاضا ہے۔ جناب چیئرمین! توانائی کے شعبے اور صارفین کو بجلی پیدا کرنے والی نجی companies کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ بجٹ 2013-14 میں گردشی قرضے کی ادائیگی کے لیے 225 ارب روپے رکھے گئے ہیں جبکہ بجلی کے پیداواری نظام کی درستگی پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ نجی companies اربوں روپے ماہانہ منافع کما رہی ہیں جبکہ بجلی کی پیداواری لاگت کا تخمینہ لگانے کا طریقہ کار بھی انتہائی ناقص ہے۔ پیداواری لاگت کا تخمینہ افسر شاہی اور companies کے مالکان کی ملی بھگت سے تیار کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! جب تک اس کے ڈھانچے میں تبدیلی نہیں کی جاتی، اس وقت تک بجلی کا بحران جوں کا توں رہے گا۔ ہم قومی خزانے سے چاہے ایک ہزار ارب بھی ادا کر دیں تب بھی بجلی کا بحران ختم نہیں ہو گا۔ اس طرح عوام ایک طرف تو private companies کے گردشی قرضوں کا بوجھ اٹھائیں گے تو دوسری جانب انہیں مہنگی بجلی خریدنا ہو گی اور تیسرا یہ کہ loadshedding کبھی ختم نہیں ہو گی۔ جناب چیئرمین! میرے ضلع مظفر گڑھ میں تین power plants ہیں جن کی مجموعی پیداواری صلاحیت 3500 mega watt ہے لیکن PC-1 کے مطابق ضلع مظفر گڑھ کے عوام کو اس کے فوائد نہیں دیے گئے۔ ان دیوہیکل power plants سے خارج ہونے والے دھوئیں اور دیگر کیمیائی اخراج سے وہاں پر انسان، جانور اور نباتات سب متاثر ہو رہے ہیں۔ یہاں پر درجہ حرارت بڑھ گیا ہے اور بارشوں کی شرح میں کمی واقع ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! معاہدے کی رو سے ان companies نے وہاں ماحول اور متاثرہ آبادی کے معاشی تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرنے تھے جو نہیں کیے گئے۔ اس طرح ایک طرف یہ companies اپنی پیداواری لاگت بڑھاتے وقت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ PC-1 کے تحت تمام ضروریات پوری کر رہی ہیں لیکن عملاً ایسا نہیں ہو رہا۔ جناب چیئرمین! میرا حکومت سے مطالبہ ہے کہ ان power plants کے دس کلو میٹر کے علاقے میں رہنے والے لوگوں کو دو سو یونٹ بجلی مفت فراہم کی جائے کیونکہ وہ لوگ صرف بیماریاں، تکلیف اور load shedding برداشت کر رہے ہیں۔ وہاں سے پیدا ہونے والی بجلی ملک کے ترقی یافتہ علاقوں میں لوگوں کو مل رہی ہے اور وہ

companies بھی لاکھوں روپے ماہانہ منافع کما رہی ہیں۔ جناب چیئرمین! امن و عامہ کی مد میں موجودہ بجٹ میں خطیر رقم رکھی گئی ہے لیکن میں یہ بات record پر لانا چاہتی ہوں کہ گزشتہ پانچ سال میں میرے ضلع مظفر گڑھ میں، تقریباً 10 ہزار لوگوں پر جھوٹے مقدمات درج ہوئے، میں نے record منگوایا، میں نے یہ معاملہ سینیٹ کی Human Rights کی committee میں بھی دیا ہے لیکن یہ معاملہ ابھی بھی وہیں ہے۔ ہمارے ضلع مظفر گڑھ میں police کے ذریعے سیاسی مخالفین کو سزائیں دینے کا رواج آج بھی جاری ہے، ہم جب تک police کے نظام کو ٹھیک نہیں کریں گے، اس کو سیاسی اثر و رسوخ سے آزاد نہیں کرائیں گے تو اس وقت تک ملک امن کا گہوارہ نہیں بن پائے گا، خواہ ہم اس مد میں ہزاروں ارب روپے ہی کیوں نہ مختص کر دیں۔

جناب چیئرمین! زراعت کے شعبے کو یکسر نظر انداز کیا گیا، میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ خدا نہ کرے کہ ملک میں کبھی خانہ جنگی ہوئی تو یہ اناج کی قلت کی وجہ سے ہو گی۔ آج کھلے آسمان تلے لاکھوں ٹن وافر گندم موجود ہے کیونکہ ہماری حکومت نے پچھلے پانچ سالہ دور میں زراعت کے شعبے کی ترقی کے لئے ہر قدم اٹھایا۔ اس حکومت نے زرعی شعبے کو اسی طرح نظر انداز کیا تو وہ وقت دور نہیں کہ ملک میں گندم کی قلت شروع ہو جائے گی اور ہمارا ملک ایسے عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا جس کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ جناب چیئرمین! یہاں پر hybrid گاڑیوں پر tax کی چھوٹ کا معاملہ زیر بحث ہے۔ جناب چیئرمین! یہاں پر اٹھارہ کروڑ آبادی کا مسئلہ یہ گاڑیاں نہیں ہیں بلکہ یہاں پر بنیادی معاملہ مواصلاتی نظام کی درستگی کا ہے جو شدید بد نظمی کا شکار ہے، نجی گاڑیوں کی بھرمار اور public transport کی کمی پہلا نتیجہ ہے۔ جس کے نتیجے میں گھنٹوں roads block رہتے ہیں اور لوگوں کو بہت تکلیف سہنا پڑتی ہے، اگر ہم نے public transport پر توجہ نہ دی تو یہ حالات اور زیادہ بگڑیں گے، نئی گاڑیاں ان مسائل کا حل نہیں ہیں۔ نہ ہمارے عوام کے پاس اتنا پیسا ہے کہ وہ اتنی قیمتی گاڑیاں باہر سے منگوائیں۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں کوئٹہ کے حوالے سے کہوں گی کہ ان families کے ساتھ جن کی بچیاں شہید ہوئی ہیں یا وہاں پر جو civilians شہید ہوئے ہیں، ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتی ہوں، ان کی families کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتی ہیں۔ جو قائد اعظم کی Residency کا واقعہ ہوا ہے، ہمارے

لئے وہ بھی افسوسناک واقعہ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ Government ان تمام مسائل کا پس منظر تلاش کرے اور آئندہ کے لئے ایسے واقعات نہ ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

**جناب چیئرمین:** آپ کا شکریہ۔ حافظ حمد اللہ صاحب۔

**سینیٹر حافظ حمد اللہ:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ پچھلے دن میاں رضا ربانی صاحب نے ایک point اٹھایا تھا کہ بجٹ کی منظوری سے پہلے قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے جس کا Supreme Court نے بھی notice لیا ہے۔ اس پر کافی بحث مباحثہ ہوا، اس کی قانونی، غیر قانونی اور آئینی حیثیت پر بحث مباحثہ ہوا۔ لہذا، میں اپنی بات آئینی اور غیر آئینی سے شروع کروں گا۔ جناب وزیر خزانہ صاحب تشریف فرما نہیں ہیں، میں قائد ایوان راجہ ظفر الحق صاحب کی توجہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں دو قسم کے نظام معیشت چلے آرہے ہیں، ایک سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے جس کو capitalism کہا جاتا ہے اور ایک اشترا کی نظام معیشت ہے جس کو socialism کہا جاتا ہے۔ یہ دو نظام معیشت ہیں جو دنیا میں چلے آرہے ہیں، socialism Soviet Union کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت کھو گیا۔ ایک نظام معیشت اسلامی نظام معیشت ہے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973 کے آئین کا تقاضا ہے۔ وہ اس لئے تقاضا ہے کہ کوئی ایسا نظام کوئی ایسا قانون کوئی ایسا bill ایوانوں سے منظور نہیں ہو گا جو قرآن و سنت کے منافی اور متصادم ہو۔ اب ایوان سے سوال یہ ہے، اس موجودہ حکومت سے، Finance Minister سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اس ملک کا نظام معیشت سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے، کیا اس ملک کا نظام معیشت اشترا کی نظام معیشت ہے، کیا اس ملک کا نظام معیشت اسلامی نظام معیشت ہے۔ ہمیں یہ بتائیں، اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ اسلامی نظام معیشت نہیں ہے تو پھر لامحالہ یا تو سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہو گا یا اشترا کی نظام معیشت ہو گا۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشترا کی نظام معیشت میں سود کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے لہذا، ان دونوں نظاموں میں سود کے بغیر معیشت کی ترقی کا تصور ناممکن ہے۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے، اس میں کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہو گی۔ اب یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے، کیا یہ بجٹ اسلامی نظام معیشت کی روشنی میں ہے، یہ بجٹ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی روشنی میں ہے یا یہ بجٹ اشترا کی نظام معیشت کی روشنی میں ہے، اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ نہ اشترا کی ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام

معیشت ہے، یہ بجٹ اسلامی نظام معیشت کی روشنی میں ہے۔ پھر آپ کے بجٹ میں سود کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، پاکستان کے 73 کے آئین کے مطابق سود کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ اس بجٹ میں 1154 ارب روپے سود کی مد میں رکھے گئے ہیں یعنی آپ کا بجٹ 3591 ارب کا ہے جو بجٹ ہے، اس بجٹ میں سے 1154 ارب روپے سود کے مد میں جا رہے ہیں، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کی معیشت کی بنیاد سود پر ہے جب آپ کی معیشت کی بنیاد سود پر ہو تو آپ کے بجٹ کے دستاویز، میزانیہ اور اس کی بنیادی حیثیت اس کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت بھی سود ہے اور 73 کے آئین کے مطابق سود ممنوع ہے۔ لہذا، آپ کا بجٹ آئین کے خلاف ہے، اب یہ ایوان فیصلہ کرے کہ ہم نے سود اور سودی بجٹ اور سودی طرز معیشت کو اپنانا ہے یا نہیں اپنانا ہے۔ جناب چیئرمین! ستم ظریفی یہ ہے کہ ہم ان باتوں میں چلے جاتے ہیں لیکن جو بنیادی ایمان اور اسلام کا تقاضا ہے، قرآن و سنت کا تقاضا ہے، پیغمبر علیہ صلوٰۃ و السلام کی تعلیمات کا تقاضا ہے، ہمارے ہاں اس کا تصور ہی نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، ہم سب قرآن کو بھی مانتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود خور، سود دینے والا، سودی دستاویز لکھنے والا اور سود پر گواہی دینے والا سب پر لعنت ہے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ کے بجٹ میں 1154 ارب روپے سود کے مد میں رکھے گئے ہیں۔ بجلی کے bill میں سود ہے، آپ نے ہر چیز میں سود رکھا ہے جب آپ نے سود رکھا تو پھر پیغمبر علیہ صلوٰۃ والسلام اور حضرت جابرؓ کی اس روایت کا ہم کیا جواب دیں؟ ہم اس دستور اور آئین کا کیا جواب دیں گے، اس قرآن اور پیغمبر علیہ صلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا کیا جواب دیں گے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سود خور، سود دینے والا، سودی دستاویز لکھنے والا اور سود کی گواہی دینے والا سب پر لعنت ہے، لہذا، وہ فرماتے ہیں کہ خدا کی پھٹکار میں یہ سب برابر ہیں۔ کیا ہم جو اس ایوان میں بیٹھے ہیں، اس قسم کا بجٹ جس کی بنیاد سودی طرز معیشت پر ہو، ہم اس کی حمایت کس طرح کریں۔ یہ سراسر قرآن، سنت نبوی اور آئین کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (عربی) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، سود کے مٹانے کا مطلب یہ ہے کہ سود کی مذمت کا حکم دے کر سود کا راستہ روکنا ہے لیکن آپ سود کو promote کر رہے ہیں۔ اس آیت کے مطابق (عربی) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو بھی بندہ سودی کاروبار کر رہا ہے، وہ جس بھی شکل اور نوعیت میں ہو، وہ میرے خلاف اعلان جنگ کر رہا ہے۔ کیا یہ ایوان اس جنگ کے لیے تیار ہے؟ جو

red zoneقرآن و پیغمبر کی تعلیمات نے دیا ہے، جو red zoneدستور پاکستان نے دیا ہے، اگر ہم اس red zone کو cross کر سکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ (عربی) یہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہو گا۔ اس جنگ میں ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے، ہم دنیا سے لڑ سکتے ہیں لیکن خدا اور جناب رسول اکرم ﷺ سے نہیں لڑ سکتے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ بنیادی بجٹ کی اس حیثیت پر بات ہونی چاہیے جس کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے۔

یہاں میں دوسری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں 627ارب روپے دفاع کے لیے رکھے گئے ہیں اور 343ارب روپے خفیہ فنڈ کے طور پر رکھے گئے ہیں، یہ دونوں ملا کر 970ارب روپے بنتے ہیں۔ 16وزراءاور ان کے محکموں کے خفیہ fundsختم کر دیے گئے، یہ بہت مثبت اقدام ہے لیکن آپ نے جو 343 ارب روپے خفیہ فنڈ کے طور پر رکھے ہیں وہ کن اداروں کے لیے ہیں، اس کا حساب کتاب ہو گا یا نہیں ہو گا، وہ کس مد میں صرف ہوں گے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس ادارے کے اوپر ایک supremeادارہ اور بھی ہے جو کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہے۔ لہذا میں موجودہ حکومت کے فنانس منسٹر سے گزارش کرتا ہوں کہ ممبران عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر یہاں آئے ہیں، انہیں کروڑوں لوگوں نے ووٹ دیا ہے، یہ ایوان بالا ہے، تمام ادارے اس کو جوابدہ ہیں۔ آپ ایک ادارے کے لیے 343 ارب روپے رکھتے ہیں اور آپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسے کہاں کہاں خرچ کرنا ہے، آپ کو اس کے auditکا اختیار نہیں ہے لیکن ایک MNA یا ایک سینیٹر اگر ایک کروڑ روپیہ خرچ کرتا ہے تو اس کے پیچھے NAB, ISI, MI, IBپڑی ہوتی ہے، پتا نہیں کتنے ادارے پیچھے پڑے ہوتے ہیں کہ انہوں نے corruptionکی ہے۔ گزشتہ ادوار میں جو کچھ ہوا کیا اس کا حساب کتاب ہوا؟ امریکہ سے کتنے بلین ڈالر آئے، کسی نے ان سے اس کا حساب لیا؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ آپ نے circular debtکے خاتمے کے لیے GST کے نام سے جو ٹیکس لگایا ہے، اگر اس کمی کو پورا کرنا ہے تو جو 343 ارب روپے ہیں، 627ارب روپے میں سے cutلگا کر 500ارب روپے یہاں سے پورے کر لیں، آپ کے لیے یہ ایوان عزیز ہو گا یا 18 کروڑ عوام عزیز ہو گی یا آپ کے لیے ایک ادارہ عزیز ہوں گا۔ ہم اس ادارے کا احترام کرتے ہیں، کبھی کبھی ایوانوں میں جرنیلوں اور establishmentپر تنقید بھی ہوتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نہ جرنیل کے دشمن ہیں، نہ establishmentکے دشمن ہیں اور نہ ہم ان اداروں کے دشمن ہیں، ہم

ان کا احترام اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہماری آنکھوں کی پلکوں پر بال ہیں، جس طرح یہ بال آنکھوں کی سرحدوں کا تحفظ کر رہے ہیں، ہم اس کا کتنا خیال رکھتے ہیں لیکن اگر یہی بال آنکھ کے اندر چلا جائے تو پورا جسم حرکت میں آجاتا ہے، پورا جسم درد اور بے قراری محسوس کرنے لگتا ہے۔ ان کا کام سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے لیکن اگر وہ اقتدار میں ٹانگ اڑاتے ہیں تو پھر انہیں نکالنا پڑتا ہے، اس وجہ سے ہم تنقید کرتے ہیں۔ مجھ سے حساب لیا جاتا ہے، Prime Minister کو جیل کی کوٹھری میں جانا پڑتا ہے لیکن ان کے لیے جیل نہیں ہے، ان کے لیے چک شہزاد ہے۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر ہم نے واقعی سچ بولنا ہے تو سچ یہ ہے کہ circular debt کے خاتمے کے لیے آپ نے جو GST میں اضافہ کیا ہے اور عوام سے لقمہ چھین رہے ہیں، اس سے بہتر یہ ہے کہ 627 ارب روپے کو 540 پر کریں، جیسے گزشتہ بجٹ میں تھا اور 343 ارب روپے کو ختم کر کے 18 کروڑ عوام کا خیال کریں۔ آپ out put دیکھیں، کیا انڈیا ہماری سرحدوں پر حملے نہیں کر رہا، کیا افغانستان سے پاکستان پر حملے نہیں ہو رہے، کیا فاٹا میں ہماری فوج ہمارے لوگوں کے خلاف نہیں لڑ رہی ، کیا بلوچستان میں ہماری فوج بلوچوں کے خلاف نہیں لڑ رہی ؟ اب بھی لڑ رہی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کیا کیا ہے، اپنے لوگوں کو مارنا، دشمن سے تحفظ نہ دینا، ڈرون حملوں کو نہ روکنا، مجھے اور میرے بچے کو تحفظ نہیں دے سکتے۔ ایک former Prime Minister کا بیٹا بھی اغواء ہوا ہے، آج تک اس کا سراغ نہیں ملا ہے، اس کا کیا فائدہ ہے، ان آلات اور وسائل کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر یہ پارلیمنٹ طاقتور ہے، سپریم ہے، جمہوریت powerful ہے تو آپ اس پر cut لگائیں۔

دوسری بات دکھ کے ساتھ یہ ہے کہ آج فنانس کمیٹی کا اجلاس ہوا، انہوں نے حجاج کرام پر 5500 روپے کا ٹیکس لگایا ہے، مناسب تو یہ تھا کہ اسے ختم کرتے لیکن اضافہ کیا گیا۔ آپ میں اور گزشتہ حکومت میں فرق کیا ہوا، سابقہ منسٹر کاظمی صاحب تھے، وہ بھی لوگوں سے پیسے لیتے تھے، یہ میں نہیں کہتا سپریم کورٹ کہتا ہے۔ آپ بھی حجاج کرام سے پیسے لے رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے پارلیمنٹ سے منظوری نہیں لی تھی، آپ اس چوری کی منظوری پارلیمنٹ سے لے رہے ہیں۔ سعودی عرب نے 36000 حجاج کرام کا cut لگایا ہے کہ آپ حجاج کرام نہیں لاسکتے۔ ایک طرف وہ فریضہ حج ادا کرنے سے محروم ہوئے اور دوسری طرف آپ نے 5500 روپے کا ٹیکس لگا دیا، ان کا کیا گناہ ہے۔ انڈیا

کے حساب کے مطابق فی حاجی کرایہ آنے جانے کا 35000روپے ہے، ہمارے ہاں ڈیڑھ لاکھ روپے ہے۔ انڈیا والے رہائش کے لیے وہاں پر فی حاجی transport پر 120ریال لیتے ہیں لیکن ہماری سرکار 320ریال لیتی ہے۔

**جناب چیئرمین:** حافظ صاحب! مکمل کر لیں، آپ کے پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔

**سینیٹر حافظ حمد اللہ:** میں ایک دو منٹ بلوچستان پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ بلوچستان کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ وہاں پر انہوں نے subsidy پر 200 کروڑ روپے کا cut لگایا ہے۔ ایک طرف تو بلوچستان میں لوگ گولیوں سے مر رہے ہیں، کوئی سرکار کی گولی سے مر رہا ہے تو کوئی مسلح تنظیموں کی گولیوں سے مر رہا ہے۔ قائداعظم residency بھی محفوظ نہیں رہی، women university کی بچیاں بھی محفوظ نہیں رہیں، ڈاکٹر اور پروفیسرز بھی محفوظ نہیں ہیں اور آپ نے subsidy پر بھی cut لگا دیا۔ وہاں پر 24 گھنٹوں میں 22 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہے اور صرف دو گھنٹے بجلی ملتی ہے۔ آپ ماہانہ بل بھی وصول کرتے ہیں، بجلی بھی نہیں ہے اور آپ نے 5,6روپے بجلی مہنگی کر دی ہے اور subsidy بھی ختم کر دی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ بلوچستان کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ بلوچستان کی subsidy پر cut نہ لگائیں۔ بہت شکریہ۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ۔ جی کاظم خان صاحب۔

**سینیٹر محمد کاظم خان:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! بات اصل میں یہ ہے اور اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے کہ یہ ایک کاروباری بجٹ ہے اور اس کو IMF کی dictation کے تحت chalk out کیا گیا ہے۔ یہ چیزیں تصفیہ طلب نہیں ہیں بلکہ یہ settled ہیں۔ یہ صرف کاروباری طبقہ کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہیں۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ پہلی حکومت سنارے کے طور پر ٹھک ٹھک کرتی تھی اب یہ لوہار کا ہتھوڑا ہے جو ایک بار چلا اور اب الامان والحفیظ۔ پوری قوم اس پر پریشان ہے کہ اب کیا بنے گا۔ میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں اور میں صرف point رکھ کر بتانا چاہتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں زیادہ تو نہیں کہہ سکتا، پنجاب کا تو میں بتا سکتا ہوں کہ کسی زمانے میں جب حکمرانوں کا دل آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ لاہور کی دیواریں توڑ دو، جنگلے لگا دو تو جنگلے لگ

گئے اور اس میں فائدہ ہوا۔ بعد میں انہوں نے کہا جنگلوں کا اور فائدہ لو، انہوں نے کہا جنگلہ بس سروس شروع کردو۔ یہ پیسے کمانے کا ایک trend ہے۔ میں عرض کروں کہ عوام کیوں پریشان ہے۔ یہاں پر ابھی تک بجٹ منظور نہیں ہوا، کاروباری حضرات نے چیزوں کی قیمتیں بڑھا دیں۔ میں آپ کو عرض کروں کہ بکرے کا گوشت ساڑھے چھ سو روپے کلو لاہور میں ملتا ہے، بڑا گوشت ساڑھے تین سو روپے کلو۔

جناب چیئرمین! مرغی ایک سو پچیس روپے ملتی تھی۔اب وہ بھی حکمرانوں کے پاس ہے اور حکمران اس مرغی کا ریٹ نکالتے ہیں۔ بڑے مزے کی بات ہے کہ مجھے ریلوے کا ایک مزدور ملا اور اس نے ایک بات کی تو میں پریشان ہو گیا۔ اس نے کہا خان صاحب! پہلے تو مرغی مل جاتی تھی، نہیں کھا سکتے تھے تو ایک پندرواڑے میں ایک مرغی لے لیتے تھے۔ اب تو لگتا ہے کہ جب مرغی بیمار ہو گی تب کھائیں گے یا میں بیمار ہوں گا، تب کھائیں گے۔اب یہ حالت ہو گئی ہے۔ یہ عوام میں جائیں تو پتا چلے۔ ابھی تو انہوں نے بجٹ دیا ہے اور بھائی ابھی تو آپ نے بڑے سال کاٹنے ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

**سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال:** میرا point of explanation ہے جی۔

**Mr. Chairman**: There can't be interruption Jaffer Iqbal Sahib. You remained Deputy Speaker and you know the rules. There can't be interruption when the floor is over there.

**سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال:** آپ مجھے floor دے سکتے ہیں۔

**جناب چیئرمین:** وہ conclude کر رہے ہیں you can have a time for that. No, there can't be interruption. Raja Sahib, kindly we must follow the rules. دیکھیں۔ آپ تشریف رکھیں دھامرہ صاحب you all are very senior Parliamentarians جب ایک honourable member کے پاس floor ہو there shouldn't be an interruption اگر آپ نے کوئی وضاحت کرنی ہے you can ask for the floor. جی کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: میں جعفر اقبال صاحب کو عرض کروں کہ public importance کا کیس سپریم کورٹ نے لے لیا ہے۔ اب یہ کہتے ہیں عوام کی بات نہ کریں۔ ان کو میں نے کوئی چٹکی تو نہیں کاٹی۔ یہ کوئی بات ہے کہ میں بات کر رہا ہوں اور یہ مداخلت کر رہے ہیں۔ میں حقیقت بتا رہا ہوں۔ جناب چیئرمین! لاہور میں اس وقت مرغی کا گوشت اڑھائی سو روپے کلو ہے اور کون کر رہا ہے حکمران کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ عوام کی نبض پر ہاتھ رکھیں، آپ تو ابھی آئے ہیں، آپ نے تو عرصہ کاٹنا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کاٹیں۔ بات سننے کا حوصلہ رکھیں۔ میں عرض کر رہا تھا-----

Senator Ch. Muhammad Jaffar Iqbal: What is the rule which prohibits point of personal explanation sir.

سینیٹر محمد کاظم خان: پھر مرغی کی بات نہیں ہوگی۔ میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا۔ تھوڑا بہت قانون میں بھی جانتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جعفر اقبال صاحب! تشریف رکھیں۔ یہ Rule 225 ہے Let me explain first. Please have patience. It is Rule to be observed by the members. Rule 225 ہے اس کا sub-rule 3 ہے۔

"Whilst the Senate is sitting, (iii) a member shall not interrupt any member during his speech by disorderly or objectionable gesture, expression, noise or any other manner whatsoever"

So, let him conclude, I will give you the opportunity of a personal explanation for that. Kindly, don't interrupt during the speech. I understand those Rules.

ان کو conclude کرنے دیں پھر I will give you opportunity. جی کاظم خان صاحب۔

**سینیٹر محمد کاظم خان:** جناب چیئرمین! بات ہو رہی تھی کہ اس وقت public importance کے تحت سپریم کورٹ نے کیس لے لیا۔ ابھی GST یہاں سے منظور نہیں ہوا اور قیمتیں زمین سے آسمان کی طرف جا رہی ہیں۔ میں یہ عرض کروں کہ ان کو چاہیے کہ جب یہاں سے بجٹ منظور ہو تو پھر یہ کریں۔ کاروباری طبقہ تو ان کا باقاعدہ طور سے اور خاص طور سے ان کا ووٹر ہے۔ وہ بڑا خوش ہے کہ چلیں قیمتیں تو بڑھی ہیں۔ قیمتوں کے بڑھنے سے ان کو فائدہ ہوا ہے۔ مزدور، کسان اور جو غریب عوام ہے اس کی کوئی شنوائی نہیں ہے۔ میں بات کروں گا تو یہ کہہ دیں گے کہ یہ بھی قانون میں نہیں ہے۔ میں تھوڑا بہت قانون پڑھا ہوا ہوں۔ جناب! ملازمین کو دس فیصد دیا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ بعض چیزیں آپ نے کاٹی ہیں کہ یہ لے لو یہ چھوڑ دو یہ ساری چیزیں آپ نے کردی ہیں۔ میں جناب کو ایک واقعہ، کیس بتا دیتا ہوں۔ یہ تھوڑا حوصلے سے سن لیں اور مجھے interrupt نہ کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک آدمی مر گیا اس کی وراثت کا کیس چل رہا تھا۔ عدالت میں تھے تو اس شخص کا ایک بھتیجا تھا، اس شخص کی ایک بیٹی بھی تھی، کچھ وارثان آئے سارے اکٹھے ہوگئے۔ کیس شروع ہوا تو بات ہوئی کہ یہ ایک مربع زمین ہے کون لے گا، بھتیجے نے کہا میں لوں گا۔ جج نے کہا یہ باغ ہے، بھتیجے نے کہا میں لوں گا۔ پھر جج نے کہا کہ اس کی ایک بیٹی ہے، تو بھتیجے نے کہا کہ میں شادی کروں گا۔ غرضیکہ وہ ہر چیز پر کہتا رہا میں کروں گا۔ جج نے کہا کہ اس شخص نے ایک ارب روپے بنک سے قرضہ لیا ہوا ہے وہ بھی دینا ہے تو کون دے گا۔ جب یہ بات آئی تو بھتیجا سب رشتہ داروں کو مخاطب کر کے کہتا ہے آپ بھی کچھ بولیں نہ کہ میں ہی بولتا جاؤں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ چاہتے ہی نہیں کہ کچھ دیں۔ یہ صرف لینا جانتے ہیں دینا ان کو نہیں آتا۔ یہ غریب عوام کو کچھ نہیں دینا چاہتے۔ میں کہتا ہوں کہ غریب عوام کا خیال رکھیں، آپ نے حکومت کرنی ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ برطانیہ کے قانون کے مطابق معاملات چلیں گے۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی نہیں ہے کہ آپ یہاں آکر thrush کرکے بیٹھ جائیں۔ جب یہاں سے GST منظور ہو پھر آپ قیمتیں بڑھائیں۔

جناب والا، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تو عوام کی نبض پر ہاتھ تھا جو مجھے پتا تھا، تجربہ تھا میں نے اس کے مطابق یہ سب کچھ بتایا۔ بڑی proposals آئی ہیں کہ یہ cut کردیں، یہ cut کردیں۔ میں ان سے بڑی مودبانہ ایک بات عرض کروں گا کہ خدارا! حکمران سوداگر نہ بنیں۔ کہتے ہیں

کہ جب آپ کو سوداگر کے مسائل درپیش آتے ہیں تو حضرت علی کا ایک قول ہے کہ ان کی پھر سرحدیں نہیں ہوتیں۔ کاروباری حضرات کی سرحدیں نہیں ہوتیں ، یہ shift کر جاتے ہیں، کوئی ملائیشیا چلا جاتا ہے، کوئی سپین چلا جاتا ہے، کوئی جدہ چلا جاتا ہے ، کوئی لندن چلا جاتا ہے تو ان کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔ میری عرض یہ ہے کہ یہ اس ملک کے خیر خواہ بن کر اس کو develop کریں، اس کے عوام کے ساتھ اچھا کریں اور ان کو کچھ دیں ، ٹیکس نہ لگائیں ۔ملازموں کی تنخواہیں بڑھائیں۔ جو demand increases کی گئی ہیں، ہم نے باقاعدہ طور پر کمیٹی میں کوئی پچیس demands دی ہیں کہ ان پر غور کیا جائے اور عوام کو فائدہ پہنچایا جائےورنہ ان کے ساتھ جو ہو گا وہ اللہ ہی جانتا ہے یا ان کو خود حالات کے تحت پتا لگ جائے گا۔ شکریہ چیئرمین صاحب۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ۔ جعفر اقبال صاحب! چونکہ آپ نے refer کیا تھا اس لیے Rule 231 پڑھ دیں۔

**سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال:** جناب! میں نے personal explanation پر کہا تھا، میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں، honourable Senator میرے colleague ہیں، میں ان کی بہت respect کرتا ہوں، میں نے اٹھ کر صرف یہ کہا تھا کہ یہ وفاقی بجٹ ہے، آپ اس پر بات کریں۔ کبھی آپ مرغیوں کی بات کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں عوام میں جائیں گے۔ ابھی حال ہی میں الیکشن ہوئے ہیں، ان کے results آئے ہیں۔

**جناب چیئرمین:** جعفر صاحب! میں نے اسی لیے عرض کیا، بجٹ میں آپ کسی بھی چیز کو discuss کر سکتے ہیں۔ .Rules provide this آپ پہلے 231 پڑھ لیں جس کو آپ نے refer کیا ہے۔

**سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال:** آپ پہلے میری بات سن لیں۔ آپ kindly مجھے allow کریں۔

Mr. Chairman: You must explain that you have got a reason to give a personal explanation. First read out Rule 231.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: جناب چیئرمین! آپ میری بات سنیں، میں Rule 226 پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں اور reason بتانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ پہلے 231 پڑھ دیں۔ Raja *sahib*, kindly explain to him. He is seeking the floor on personal explanation. He is referring to Rule 231. I am simply asking him kindly read that Rule. میں تو simply یہ request کر رہا ہوں۔

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: چیئرمین صاحب! میں آپ سے صرف یہ request کروں گا کہ جب میں اٹھا، آپ نے مجھے بٹھا دیا۔ جب پھر انہوں نے refer کیا کہ یہ لوگ یوں کرتے ہیں تو پھر میں personal explanation پر کھڑا ہوا۔ میں صرف آپ کے سامنے 236 پڑھتا ہوں، اس کی شق (g) کہتی ہے:

> "(g) unnecessarily cast reflection on the conduct of any person who cannot defend himself before the Senate"

حکومتِ پنجاب یہاں defend نہیں کر پا رہی، یہاں چیف منسٹر موجود نہیں ہیں، پنجاب کا فنانس منسٹر یہاں موجود نہیں ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہ رہا تھا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میں چاہوں گا کہ for information اگر آپ Rule 231 پڑھ دیں۔

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: اگر آپ کی خواہش ہے تو میں اسے ضرور پڑھ دیتا ہوں:

"231. **Personal explanation.—** A member may, with the permission of the Chairman, make a personal explanation arising out of some thing said, discussed or imputed to him in the House although there is no question before the Senate, but no debate shall be allowed on it."

Mr. Chairman: That is all. There cannot be a debate.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: آپ مجھے explain کرنے دیں، آپ نے مجھے کہا، سنائیں، میں نے سنا دیا۔

Mr. Chairman: There cannot be a debate. Please have your seat. You have already explained. Ilyas Bilour *sahib*.

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! انتہائی ادب کے ساتھ، مولانا صاحب نے دو باتیں کی ہیں جو بالکل ہماری Finance Committee میں pass نہیں ہوئیں۔ اس حکومت نے حاجیوں پر ٹیکس نہیں لگایا، یہ ٹیکس حاجیوں کو لے جانے والے operators پر لگایا ہے کیونکہ یہ operators وہاں جا کر بینک اکاؤنٹ نہیں کھول سکتے، اس کی documentation نہیں ہو سکتی، اس لیے ہم نے اس میں increase نہیں کی لیکن جو -/2500 لگایا گیا ہے وہ operators پر لگایا گیا ہے حاجیوں پر نہیں۔ میں یہ explain کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ انجینیئر رشید صاحب۔

**سینیٹر انجینیئر ملک رشید احمد خان:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ چیئرمین صاحب! آپ نے مجھے موقع دیا۔ سب سے پہلے ہم فاٹا کے عوام، سانحہ کوئٹہ اور قائداعظم ریزیڈینسی پر پیش آنے والے واقعے کی مذمت کرتے ہیں اور اسے condemn کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اب رہی بجٹ کی بات، جو بجٹ 14-2013 پیش کیا گیا، اس کو ہم normal ہی سمجھتے ہیں بلکہ پاکستانی قوم اور عوام اس کو normal سمجھتے ہیں۔ ہم فاٹا والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ normal ہے، اچھا ہے یا برا ہے کیونکہ فاٹا کے عوام کے ساتھ جب سے پاکستان بنا ہے، ہمیشہ سے ناانصافی اور ظلم روا رکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! آج یہ بات کی جاتی ہے کہ یہ بجٹ normal بجٹ ہے، کمزور بجٹ ہے یا بہتر بجٹ ہے لیکن حقیقت کیا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملک میں غریب، غریب تر ہو رہا ہے اور امیر، امیر تر ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں، وہ غربت کی لکیر سے نیچے جا رہے ہیں۔ جناب عالی! ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آج ان ایوانوں میں جو لوگ بیٹھے ہیں، پہلے تو ان سے پوچھا جائے کہ آپ لوگ یا آپ کے پیچھے جو لوگ بیٹھے ہیں، جو mill owners ہیں، جن کے کارخانے اور ملیں ہیں، کیا وہ بھی ٹیکس دیتے ہیں؟ ان لوگوں کو جو ٹیکس نہیں دیتے کیا اُن کو یہاں ایوانِ بالا اور ایوان زیریں میں بیٹھے لوگوں کی پشت پناہی حاصل نہیں ہے؟ ایسی حالت میں جب ایوان میں بیٹھے لوگوں کی پشت پناہی اُن لوگوں کو حاصل ہو جو ٹیکس چور کہلاتے ہیں، معاملات میں بہتری کیسے آئے گی؟ یہ ٹیکس چور کون ہیں؟ غریب آدمی تو ٹیکس چوری نہیں کر سکتا۔ غریب آدمی سے تو جی ایس ٹی کی مد میں ٹیکس لے لیا جاتا ہے۔ جناب عالی! بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بڑے لوگ، ہمارے ملک کے کارخانہ دار لوگ، امیر لوگ جو ٹیکس چوری کرتے ہیں، ان کو جن کی پشت پناہی حاصل ہے، کیا وہ ان ایوانوں میں نہیں بیٹھے ہیں؟

جناب چیئرمین! میں زیادہ بات فاٹا کے حوالے سے کروں گا۔ 1947 میں قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک فاٹا کے ساتھ جس طریقے سے ناانصافی کی جا رہی ہے، انتہائی افسوسناک ہے۔ فاٹا وہ area ہے اور فاٹا کے وہ عوام ہیں جنہوں نے 1965 کی جنگ میں کشمیر جا کر قربانی دی، جنہوں نے

روس جیسی بڑی طاقت کو روکا، جنھوں نے پچھلے چار سال میں قربانیاں دیں۔ آپ دنیا سے خیرات مانگتے ہیں اور آپ خود کہتے ہیں، یہ بات کرنا چاہتے ہیں کہ بھئی ہم تو دنیا میں جا کر، باہر ملک جا کر، امریکہ اور برطانیہ کے سامنے اپنا کشکول فاٹا کے نام سے گھماتے ہیں۔ فاٹا کے ساتھ بہت ظلم ہو رہا ہے۔ اس ملک میں کبھی یہ نہیں سوچا گیا کہ آیا فاٹا بھی اس ملک کا حصہ ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پچھلے پانچ چھ سال سے ہم سنتے ہیں کہ اس ملک میں چار بھائی ہیں۔ چار بھائی کون ہیں؟ ایک بڑا بھائی پنجاب ہے اور تین چھوٹے ہیں۔ ایک سندھ ہے، ایک بلوچستان ہے اور ایک خیبر پختونخوا ہے۔ یہ چاروں سگے بھائی ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی اس سوتیلے بھائی کے بارے میں بھی سوچا جسے انہوں نے border پر بٹھایا ہے اور جس نے اس ملک کی حفاظت کرنی ہے۔ کیا اس کے متعلق بھی کسی نے سوچا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں کو ابھی تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ فاٹا ہے کہاں، کس علاقے میں ہے اور اس ملک کے کس حصے میں ہے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے۔

جناب چیئرمین! فاٹا کے لیے تقریباً 18 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ میرے فاٹا کے ساتھی بڑے خوش ہو رہے ہیں، جذباتی تقاریر بھی کر رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جذباتی تقریروں اور خوشی کی بات نہیں ہے، ہمارے اوپر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ اب اگر NFC Award میں خیبر پختونخوا کا حصہ 11% بن سکتا ہے تو فاٹا کا بھی share 2.5% بن سکتا ہے۔ کیونکہ ہم تو دو مرتبہ ٹیکس دیتے ہیں، ایک مرتبہ جب ہم down district سے کوئی چیز لے کر جاتے ہیں تو ہم GST دیتے ہیں۔ فاٹا کا علاقہ افغانستان میں نہیں ہے، جب ہم فاٹا میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں پر ہم per bag, per tin سو روپے مزید دیتے ہیں۔ چاروں صوبوں کے پاکستانی ایک مرتبہ GST کی مد میں ٹیکس دیتے ہیں اور ہم دو مرتبہ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جب ہم فاٹا سے نیچے کی طرف آتے ہیں تو پھر ٹیکس دیتے ہیں، یہ بہت شرم کی بات ہے۔

جناب چیئرمین! خیبر پختونخوا کو NFC Award کا 11% حصہ ملتا ہے وہ تقریباً 292 ارب روپے بنتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیا جب یہ چاروں صوبے NFC Award کو تقسیم کرتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں شہباز شریف صاحب نے بڑی دلجوئی کی ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ NFC Award تقسیم ہونا چاہیے لیکن یہ کبھی نہیں سوچا گیا کہ ہمارا ایک سوتیلا بھائی border پر بیٹھا

ہوا ہے، اس سے بھی پوچھا جائے کہ آپ کی کیا ضروریات ہیں؟ جناب والا! اگر NFC Award کے مد میں 292 ارب روپے خیبر پختونخوا کو مل سکتے ہیں اور سو ارب روپے بلوچستان کو مل سکتے ہیں تو کیا فاٹا کی آبادی بلوچستان سے کم ہے یا فاٹا میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے جس کی وجہ سے آپ فاٹا کے لوگوں سے ناراض ہیں؟ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جو 56-1955 میں بنایا گیا تھا، اسے bureaucracy نے بنایا تھا کہ فاٹا کو پسماندہ رکھا جائے تاکہ ان کے ہاتھوں میں بندوقیں ہوں اور یہ ہماری خدمت کرتے رہیں، ہماری چوکیداری کرتے رہیں۔ جناب والا! اگر ہم NFC Award پر نظر ڈالیں تو 18 ارب روپے جو آپ ہمیں خیرات کے طور پر دیتے ہیں، جس کے لیے ہمیں طعنے بھی دیے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ فاٹا کے ساتھ ناانصافی اور ظلم ہے۔ اگر انصاف کیا جائے اور ملک میں سب لوگوں کے ساتھ برابری کا معاملہ ہو اور انصاف کیا جائے تو میرے خیال میں NFC Award میں اس وقت فاٹا کا اپنا حصہ تقریباً 45 ارب روپے سے لے کر 50 ارب روپے تک بنتا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ہمارے اوپر کوئی احسان نہیں ہے کہ انہوں نے ہمیں اٹھارہ ارب روپے دیے اور پھر وہ اٹھارہ ارب روپے جس طرح ہمیں ملتے ہیں وہ آپ سب کے علم میں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فاٹا کے لیے ہمیشہ چودہ ارب روپے، سولہ ارب روپے رکھے گئے ہیں لیکن اسے کبھی بھی دس ارب روپے سے زیادہ نہیں دیے گئے ہیں۔ اگر یہ انہیں دس ارب روپے دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا آدھے سے زیادہ حصہ ہمارے FATA Secretariat کے ملازمین کی تنخواہوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ لوگ پتا نہیں کس خوش فہمی میں بیٹھے ہیں کہ فاٹا کو اٹھارہ ارب روپے دیے جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! خدا گواہ ہے کہ اس وقت فاٹا میں تعلیم کی کیا حالت ہے۔ اس مرتبہ چونکہ میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہا تھا، میں ان علاقوں میں گیا کہ وہاں پر کوئی access ہے اور نہ ہی کوئی سکول ہے۔ میں ایسے علاقوں میں بھی گیا ہوں جہاں تیس تیس، چالیس چالیس ہزار افراد کی آبادی ہے لیکن وہاں کوئی پرائمری سکول بھی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فاٹا میں بڑی ترقی ہوئی ہے، وہ ہوئی ہوگی۔ وہاں کے ہمارے bureaucrats نے وہی 56-1955 میں بنائی گئی پالیسی کو اپنائے ہوئے ہیں اور ابھی تک اس پالیسی کو implement کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! فاٹا کی جو حالت بن چکی ہے، فاٹا بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ اگر فاٹا کو ان حالات سے نکالنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ فاٹا کے بچوں کو

تعلیم دینی ہو گی۔ اگر فاٹا کے بچوں کو تعلیم نہ دی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ پھر یہ نہ سوچیں اور کل تک آپ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ یہ طالبان ملک کے باقی حصوں میں نہیں جاسکتے، آج آپ لوگوں نے دیکھا کہ وہی لوگ کراچی تک پہنچ گئے۔ جناب والا! اگر فاٹا کے بچوں کو تعلیم نہ دی گئی، انہیں پسماندہ رکھا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز اس ملک کے فائدے میں نہیں ہو گی بلکہ اس ملک کے لیے نقصان کا باعث ہو گی۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ فاٹا کے لوگوں کے لیے تعلیم کی سہولتیں ہونی چاہییں۔ تعلیم کو فاٹا میں عام کرنا چاہیے۔ جس طرح آپ اپنے بچوں کو تعلیم دینا چاہتے ہیں اور آپ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارے بچے پڑھے لکھے ہوں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فاٹا کے بچے تعلیم یافتہ بنیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فاٹا کے بچے اس ملک اور قوم کے کام آئیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بچے معاشرے پر بوجھ نہ بنیں، یہاں بیٹھے ہوئے آپ لوگوں کی ہمیشہ حکمرانی ہوتی ہے، آپ لوگوں کا حکمرانی کرنے کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے تو خدارا! فاٹا کے بچوں پر بھی کوئی نظر ڈالی جائے، انہیں بھی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے، انہیں بھی تعلیم دی جائے تاکہ وہ تعلیم یافتہ قوم بن جائیں اور یہ قوم اس ملک کے فائدے میں ہو گی، اس ملک کا سہارا بنے گی۔ اگر وہ قوم ان پڑھ اور پسماندہ رہ جائے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اس ملک کو اور پوری society کو نقصان ہو گا۔

جناب چیئرمین! ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نے آپ کے سامنے جو ہاتھ پھیلائے ہیں، ہمیں کچھ دے دیں، نہیں، ہمارے پاس اپنے resources ہیں لیکن نظام نہیں ہے۔ جو نظام بنایا گیا ہے وہ ناقص نظام ہے، وہ نظام چند لوگوں نے اپنے لیے بنایا ہے۔ اس میں ان کی سرداری ہے، انہوں نے اس نظام کو اپنے نیچے رکھا ہے۔ اگر فاٹا کے لیے بنائے گئے نظام پر تھوڑا کام ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں وفاق سے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس اپنے resources ہیں، ہمارے پاس water resources ہیں، ہم اس ملک کے لیے بجلی پیدا کر سکتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں کو کبھی اس بات کا پتا نہیں چلا کہ فاٹا بھی پاکستان کا علاقہ ہے۔

جناب والا! میں آخر میں آپ سے یہ درخواست کروں کہ فاٹا کے اندر resources and mining کے لیے ایک واضح نظام بنانا چاہیے۔ ان resources کو اس ملک کے کام میں لانا چاہیے۔ میں

سمجھتا ہوں کہ اگر ہم فاٹا میں ایک اچھے نظام کے تحت mining کا کام شروع کریں تو میرے خیال میں ہم دو سو ارب روپے وہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ شکریہ۔

**Mr. Chairman:** Thank you. Now I give floor to Haji Muhammad Adeel.

**سینیٹر حاجی محمد عدیل:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترم چیئرمین صاحب میں مشکور ہوں کہ آپ نے موقع دیا کہ میں بجٹ پر کوئی بات کر سکوں۔ مجھ سے پہلے کافی دوستوں نے بات کی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جو باتیں پہلے ہو چکی ہیں ان کو repeat نہ کروں۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب اس ہاؤس سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری فنانس کمیٹی کے بھی وہ رکن ہیں اور وہ Leader of the Opposition کے طور پر بھی اپنی خدمات سر انجام دے چکے ہیں۔ میں جب ان کی پرانی تقاریر دیکھتا ہوں اور خصوصاً پچھلے بجٹ پر انہوں نے بڑی مفصل تقریر کی باوجود اس کے کہ ان کی پارٹی نے بائیکاٹ کیا تھا۔ اپنی ان تقریر میں انہوں نے دو چیزوں پر زیادہ زور دیا تھا، جن میں ایک یہ کہ ملک میں energy crisis ہے اور دوسرا دہشت گردی ہے۔ میں بڑے دکھ سے کہتا ہوں اور خدا کرے کہ میری information غلط ہو کہ آج مردان میں خود کش بمبار نے ہماری صوبائی اسمبلی کے پی ٹی آئی کے ایک نومنتخب رکن عمران مہمند کو شہید کر دیا ہے۔ اس سے پہلے بھی پی ٹی آئی کے ایک صوبائی اسمبلی کے رکن کو شہید کیا گیا ہے۔ دہشت گردی کے حوالے سے پختون خوا کی حکومت ضرور کوئی قدم اٹھائے گی کہ وہ عوام کے ساتھ اپنے اراکین کو بچا سکے۔

میں یہ کہہ رہا تھا ان کا دو باتوں پر زیادہ زور تھا، ایک energy crisis اور دوسرا دہشت گردی۔ جناب چیئرمین! ہماری پارٹی نے دہشت گردی کی جنگ میں گزشتہ پانچ سالوں میں تقریباً ایک ہزار اپنے ساتھیوں، legislators, پارٹی عہدے داروں کی قربانیاں اور شہادتیں دی ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں زخمی ہوئے ہیں، معذور ہوئے ہیں۔ بچوں کو بھی مارا گیا اور چار سال کے بچوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ عورتوں کو بھی شہید کیا گیا۔ ہمارے صوبے میں تیرہ سال تک کی بچیوں کو جو پولیو کے قطرے پلا رہی تھیں اور چودہ سال کی بچیاں جو education پر بات کر رہی تھیں، ان کو بھی نہیں

چھوڑا گیا اور شہید کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ چالیس ہزار ہمارے پاکستانی شہید ہوئے جن میں اکثریت ہمارے صوبے کے لوگوں کی تھی۔

جناب چیئرمین! تقریباً ہزاروں کی تعداد میں فوج کے سپاہی، افسران، ایف سی، پولیس کے لوگ، لیویز کے، خاصہ دار فورس کے لوگ شہید ہوئے اور اب بھی شہید ہو رہے ہیں۔ کہیں نہ کہیں بم پھٹتا ہے، کہیں نہ کہیں mines پھٹتی ہیں۔ کل وزیر داخلہ صاحب فرما رہے تھے کہ کوئٹہ میں maximum security measures جو لیے جاسکتے تھے لیے گئے ہیں ۔ جناب چیئرمین، یہی حال پشاور کا ہے اور یہی حال ہمارے صوبے کے دوسرے شہروں کا ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ان سکیورٹی چیک پوسٹوں کے باوجود ہمارے ایئر پورٹ پر حملہ ہوتا ہے، ساری رات جنگ رہتی ہے اور حملہ کرنے والے زیادہ تر لوگ داغستانی ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں اس ہاؤس میں ہمارے بہت سارے ساتھیوں کو پتا نہیں ہوگا، چیچنیا کا نام تو کافی سنتے رہتے ہیں لیکن داغستان کہاں ہیں یہ شاید کچھ ساتھیوں کو پتا نہ ہو۔ یہ ایک Russian Muslim state ہے، جہاں سے وہ لوگ آئے ہیں اور وہ ان کی زبان بول رہے ہیں اور ان کی شکلیں، رنگ ہم سے مختلف ہیں اور ان کے بدن پر ٹیٹوز بھی کھدے ہوئے تھے۔ وہ لوگ کیسے آگئے۔ بہت سارا اسلحہ لے کر ہمارے ایئر پورٹ کی دیواروں تک پہنچ گئے اور وہاں زیر تعمیر مکانوں پر قبضہ بھی کیا اور شکر ہے کہ ہمارے ایئر پورٹ کو نقصان نہیں ہوا لیکن ہمارے لوگ شہید ہوئے۔

پھر دوسرا واقعہ پشاور چھاؤنی کے اندر political agent Khyber کے دفتر میں ہوا۔ ہمارے ہاں Political Agent Khyber کا دفتر خیبر ایجنسی میں نہیں بلکہ پشاور کینٹ میں ہے جو بڑا safe area ہے، وہاں حملہ ہوا۔ کئی ساتھی بے چارے شہید ہوئے اور شاید میں نے اس ہاؤس میں کہا تھا کہ جب political agent کے دفتر تک وہ پہنچ چکے ہیں تو کور کمانڈر کا دفتر وہاں سے پانچ سے سات منٹ کی واک پر ہے۔ ان حالات میں ہم رہ رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جس شام ایئر پورٹ پر حملہ ہوا اس وقت میں بالکل پانچ منٹ کے فاصلے پر ایک ریسٹورنٹ میں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور پھر ہم تین گھنٹے تک ریسٹورنٹ کے تہہ خانے اور باورچی خانے میں رہے کیونکہ شیشے ٹوٹ گئے تھے، فائرنگ ہو رہی تھی اور سب کو منع کردیا گیا تھا کہ باہر نہ نکلیں۔

جناب چیئرمین! ہمارا صوبہ چالیس ہزار لوگوں کی شہادتیں دے چکا ہے، جن کے وہاں کاروبار تباہ ہوچکے ہیں، کارخانے بند ہو چکے ہیں اور جن کے پاس وسائل ہیں وہ اپنے جگہیں چھوڑ چکے ہیں۔ اس صورت حال میں کون ہماری حفاظت کرے گا۔ شاید کل بھی میں نے کہا ہے اور آج بھی کہتا ہوں کہ چند دن پہلے چیف جسٹس آف پاکستان چوہدری افتخار صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہم فیصلے کرسکتے ہیں مگر بندوق نہیں اٹھا سکتے۔ انہوں نے حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ نہ وہ بندوق اٹھا سکتے ہیں، نہ ہم بندوق اٹھا سکتے ہیں اور نہ آپ بندوق اٹھا سکتے ہیں۔ ہم قانون سازی کرسکتے ہیں۔ بندوق اٹھانے والے الگ ادارے ہیں جن میں ہماری پولیس ہے، ہماری مختلف security forces ہیں، رینجرز ہیں، لیویز کے لوگ ہیں، ایف سی، فرنٹیئر کانسٹیبلری اور پھر ہماری افواج جن میں فضائیہ، نیوی اور آرمی ہیں جنہوں نے بندوقیں اٹھائی ہیں اور باقاعدگی سے ہم اپنے بجٹ کا بہت بڑا حصہ انہیں اس لیے دیتے ہیں کہ اس ملک کی سرحدوں کو بچایا جائے، اس ملک کے لوگوں کو بچایا جائے، اس ملک کی ان بچیوں کو بچایا جائے جو میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جب اپنی بسوں میں جا رہی ہوتی ہیں تو انہیں اڑا دیا جاتا ہے۔ قومی یادگاروں کو تباہ کردیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے امید ہے کہ وزیر داخلہ صاحب بیس اور بائیس کے بعد آئیں گے اور ہمیں بتائیں گے کہ انہوں نے سکیورٹی ایجنسیوں سے کیا بات کی ہے اور ان کی بات چیت کا دائرہ کتنا وسیع تھا؟ کیا Ministry of Interior کے تحت سیکیورٹی ایجنسیاں ہی پاکستان کی حفاظت کرسکیں گی اور پاکستان کے لوگوں کی حفاظت کرسکیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف پاکستان کی سکیورٹی ایجنسیاں ہی نہیں بلکہ پاکستان کے وہ ادارے جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے اور جن کے کندھوں پر بندوق ہے، جن پر ہم فخر کرتے ہیں۔ جن کی خوشیوں میں بھی ہم شریک ہوتے ہیں اور جن کی شہادتوں کے دن میں بھی ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پاکستان کے لوگ خواہ وہ کراچی، بلوچستان، سندھ، پختون خوا، پنجاب، فاٹا، اسلام آباد، گلگت بلتستان یا آزاد کشمیر میں ہیں، ان سب کی حفاظت حکومت کا فرض ہے چاہے وہ صوبائی حکومتیں ہیں، وفاقی حکومت ہے یا خصوصی علاقوں کی خصوصی حکومتیں ہیں۔ ان کا صرف حفاظت کا ہی فرض نہیں بلکہ لوگوں کو روزگار کے وسائل دینا بھی ان کا فرض ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ صرف لوگوں کی حفاظت کریں لیکن وہ اپنی دکانوں میں نہ جاسکیں، وہ اپنے کارخانے نہ کھول سکیں، ان کے کارخانوں

سے دھواں نہ نکل سکے، ان کو اپنی سکیورٹی، اغوا اور قتل کا خطرہ ہو۔ ہمارے پشاور اسلامیہ کالج کا وائس چانسلر کئی سالوں سے اغوا ہوا ہے، پنجاب کے گورنر کا بیٹا اغوا ہے تو باقی ہم لوگ کہاں safe ہیں۔ یہ تو کوئی قسمت ہے اور قدرت کی مہربانی ہے کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگ ابھی تک محفوظ ہیں۔ جناب چیئرمین! ان حالات میں خیبر پختونخوا میں لوگ business کرتے ہیں اور ہماری جو پچھلی حکومت تھی انہوں نے ہماری درخواست پر خیبر پختونخوا کے 13 ضلعوں کو اور فاٹا کو کچھ سہولتیں ٹیکس کے حوالے سے دیں تھیں۔ ہمیں دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ بجٹ پیش کرنے والی شام کی صبح کو FBR نے ایک دو SROs جاری کیے اور جو تھوڑی بہت سہولتیں سیلز ٹیکس کے حوالے سے مل رہی تھیں ان کو بھی withdraw کر لیا۔ یہ تحفہ ہے ان 40 ہزار شہادتوں کا، یہ تحفہ ہے کہ ہم آج بھی خیبر پختونخوا میں رہ رہے ہیں۔ شاید ہمیں بھی ان علاقوں میں چلا جانا چاہیے جہاں کاروبار اور امن ہے۔ شکر ہے پاکستان میں کچھ ایسے علاقے ہیں۔

جناب چیئرمین! دوسرا جو بڑا مسئلہ اس وقت کے لیڈر آف اپوزیشن اور آج کے وزیر خزانہ جو اکثر اپنی تقاریر میں اور بجٹ کے بعد کہتے ہیں کہ انرجی کا crisis ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ جو نیا بجٹ آیا ہے اس میں آپ نے انرجی کے حوالے سے کوئی زبردست قسم کے فیصلے کیے ہوں گے۔ کوئی ایسا قدم اٹھایا گیا ہوگا جو کہ اس مسئلے کو حل کر سکے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شاید پچھلی حکومت پانچ سال میں ایسا نہ کر سکی لیکن نئے پاکستان اور changed Pakistan کی پارٹیاں جب اس وقت اقتدار میں آ گئی ہیں تو ان پر یہ فرض لاگو ہوتا ہے کہ جو غفلتیں ہم سے اور ہماری حکومتوں سے ہوئی ہیں، جو ہماری ناکامیاں ہیں وہ آپ اپنی کامیابیوں میں بدل لیں کیونکہ قوم نے آپ پر اعتماد کیا ہے لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے جناب چیئرمین! اس حوالے سے مجھے کوئی ایسا بڑا فیصلہ سامنے نظر نہیں آیا۔ باتیں تو کی ہیں لیکن میں باتوں پر انحصار کروں یا میں ان کتابوں پر انحصار کروں جو کہ ہمیں دی گئی ہیں۔ جناب چیئرمین! ایک زمانہ تھا کہ ہم پانی سے 70% بجلی پیدا کرتے تھے اور 30% دوسرے ذرائع سے۔ آج ہم 70% بجلی تھرمل اور کوئلہ پتا نہیں کہاں کہاں سے پیدا کرتے ہیں اور بمشکل 30% پانی سے پیدا کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ 95% گیس ہم بلوچستان سے لیتے تھے۔ آج بلوچستان میں بمشکل 19% گیس produce ہو رہی ہے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ ہم نے بجلی کی پیداوار کیوں کم کر دی اور اس میں دلچسپی کیوں

کم لی اور بلوچستان میں گیس کی پیداوار میں کمی کیوں آئی؟ وقت کی کمی ہے۔ بلوچستان میں اس لیے کمی آئی ہے کہ جو صوبہ ملک کی 95% گیس provide کر رہا تھا کوئٹہ میں 1985 تک گیس نہیں تھی۔ جبکہ پشاور، کراچی، اسلام آباد اور پنجاب کے شہروں تک پہنچ چکی تھی۔ پھر اس گیس کی قیمت ان کو نہیں ملتی تھی۔ پچھلے NFC Award میں ہم نے کوشش کی کہ ان کو پورا حق دیا جائے۔ ہمارے صوبے کے ساتھ کیا حشر ہوا۔ آج بھی ہم کم و بیش پانچ ہزار میگاواٹ بجلی پانی سے پیدا کرتے ہیں جو کہ خود وہ مانتے ہیں کہ ایک روپے بیس پیسے سے لے کر دو روپے فی یونٹ پڑ جاتا ہے لیکن 1991 سے ہمیں چھ ارب روپے دیے جا رہے تھے اور اس وقت میرے خیال میں ڈالر کی قیمت بارہ یا چودہ روپے تھی، آج سو روپے ڈالر ہے۔ ہمیں وہی چھ ارب دیے جا رہے ہیں۔ پچھلی حکومت کے ہم شکر گزار ہیں کہ ٹریبونل کے ایک فیصلے کے نتیجے میں 2005 تک 110 ارب روپے جو ہمارے بنتے تھے وہ انہوں نے دینے شروع کیے جو کہ جولائی میں انشاء اللہ آخری 25 ارب روپے ہمیں مل جائیں گے لیکن جو cap رقم ہے اور cap رقم بھی مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ جب 2/3 majority جناب میاں نواز شریف صاحب کے پاس تھی اور میاں صاحب وزیر اعظم تھے، میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس رقم کو بھی cap کرے ورنہ وہ چھ ارب تو اب چھ ارب رہے نہیں، minus میں ہمیں کچھ پیسے ملتے ہیں۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال میں پیش کرتا ہوں۔ پانچ ہزار میگاواٹ بجلی ہمارا صوبہ دے رہا ہے۔ مجھے کوئی تعصب نہیں ہے، غازی بروتھا سے بمشکل 900 ,800 میگاواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے اور پانچ ارب ان کو دیے جاتے ہیں۔ ہماری پانچ ہزار میگاواٹ بجلی ان کے 800 میگاواٹ کے برابر ہے۔

جناب چیئرمین! آج بھی میرا صوبہ 44 ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کر سکتا ہے، ہمارے پاس PC-1 بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے۔ ہم ہندوستان سے بجلی لینے کا سوچ رہے ہیں۔ ہم تاجکستان اور ترکمانستان سے بجلی لانے کا سوچ رہے ہیں۔ میں نے تو joint session میں بھی offer کیا تھا کہ آئیے آپ ہمارے صوبے میں جتنی بھی بجلی بنانا چاہتے ہیں بنائیں اور ساری آپ لے جائیں۔ Meaning price آپ واپڈا سے طے کریں کہ اس بجلی کو آپ لاہور، میانوالی، فیصل آباد، گجرانوالہ، گوجر خان یا ملتان لے جانا چاہتے ہیں۔ ہمیں آپ صرف پانی کی رائیلٹی دے دیں۔ پانی کا جو rate ہے اور زمین کی lease money دے دیں جو کہ کرایہ ہے۔ ہم آپ کی

اس بجلی میں ایک یونٹ بھی نہیں لیں گے۔ ہمارے پاس پانچ ہزار میگاواٹ بجلی ہے وہ ہمیں چھوڑ دیں۔ آپ 44 ہزار میگاواٹ بناتے ہیں، ایک سال میں یا دو سال میں بنائیں۔ ہم پیش کش کرتے ہیں۔ آج الحمدللہ میرا صوبہ اپنی source سے پانچ گناہ گیس پیدا کرتا ہے اور بجلی ہمیں 2200 میگاواٹ چاہیے۔ ہم پانچ ہزار میگاواٹ پیدا کرتے ہیں۔ ہماری سستی بجلی جو ایک اور دو روپے میں بنتی ہے ہمیں دس بارہ روپے میں ملتی ہے اور سب سے زیادہ لوڈشیڈنگ ہمارے علاقوں میں 18,18 گھنٹے ہوتی ہے۔ آج باوجود کہ ہم گیس اپنی ضرورت سے پانچ گناہ زیادہ پیدا کرتے ہیں۔ ساری ملتان ہم بھیج دیتے ہیں اور ہمارے ہاں سردیوں میں گیس نہیں ملتی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرے گھر میں صبح سے لے کر رات 11:00 بجے تک گیس نہیں ہوتی۔ بجلی بھی نہیں ہوتی اور گیس بھی نہیں ہوتی ہے۔ میں ایک کپ چائے نہیں بنا سکتا کیونکہ پرانے چولہے وغیرہ ختم ہو گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! راجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان سے استدعا کروں گا کہ راجہ صاحب ہر صوبے کا حق اسے دیں۔ بلوچستان کا حق اسے دیں، خیبر پختونخوا کا حق ہمیں دیں، سندھ کے حقوق سندھ والوں کو دیں اور فاٹا کے حقوق کو پورا کریں۔ خالی یہ کہنا کہ سندھ 17% گیس پیدا کرتا ہے، برابر تقسیم کیا جائے یا پختونخوا پانچ ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرتا ہے اس کو بھی برابر تقسیم کیا جائے۔ گندم کیوں برابر تقسیم نہیں کی جائے۔ کل پنجاب کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر کسی صوبے کو گندم کی ضرورت ہو گی تو وہ وزیر اعلیٰ سے NOC لے گا۔ یہ کتنے شرم کا مقام ہے کہ میں پاکستان کے کسی شہر میں جا کر گندم نہیں خرید سکتا۔ یہ نیا قانون ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے چوکیاں بنائی تھیں اٹک اور ڈیرہ غازی خان کے پاس کہ ایک بوری گندم کوئی لے جائے گا تو اس کو shoot کریں گے۔ واقعی shoot بھی کیا۔ ٹرک دریا میں گرے اور ڈرائیور شہید ہوئے۔ کل اگر ہمارے خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ یہ اعلان کر دیں کہ جس کو بجلی چاہیے اور جس کو بجلی اور گیس چاہیے مجھ سے پہلے آ کر NOC لے۔ کیا آپ کو یہ بات اچھی لگے گی؟ یہ گندم کس کی ہے؟ جناب چیئرمین! چشمہ رائٹ بنک کینال کی صحیح سکیم بنتی نہیں ہے۔ اس وقت بھی اس کے لیے چند کروڑ ہیں، یہ باسٹھ ارب کی سکیم تھی، اب شاید 80 ارب کی ہو گئی ہو گی لیکن 80 کروڑ بھی نہیں دیتے۔

Mr. Chairman: Please wind it up, you have consumed 20 minutes. You take five minutes more.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں پاکستان کی بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: سارے یہی کہتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ٹھیک ہے، آپ کی مرضی ہے اگر آپ ہمیں بولنے دیتے ہیں یا نہیں۔ جب بھی آپ حکم دیں گے بیٹھ جائیں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں، آپ جاری رکھیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! 1.8 million acre feet پانی ہے۔ رائٹ بنک کینال کی پہلی سکیم ہمارے پاس نہیں ہے، ہم نہیں بنا سکتے، پیسے نہیں ہیں ورنہ ہماری 7 لاکھ ایکڑ زمین available ہے جس میں ہم گندم اگا سکتے ہیں، ہم پنجاب، ایران، تاجکستان اور آذربیجان کو بھی دیں گے لیکن چشمہ رائٹ بنک کینال کیوں نہیں بننے دیا جا رہا؟ کیوں اس کے لیے پیسے مرکز نہیں دیتا؟ جناب! اس لیے کہ 1.8 million acre feet پانی مفت پنجاب کو جا رہا ہے، ہم خوش ہیں کہ وہ پانی ہمارے پنجاب کے بھائیوں کے کھیتوں میں استعمال ہو رہا ہے لیکن جب ہم سے مفت لیا جا رہا ہے تو ہمارے پنجابی کسان بھائیوں سے آبیانہ اور مالیت کیوں وصول کیا جا رہا ہے، یہ ظلم ہے۔ ہم نے ان کو یہ پانی مفت دیا ہے اور اس کی ہم نے ایک پائی تک قیمت وصول نہیں کی۔

ہم نے 2009 میں جب NFC کے لیے working کی تو اس وقت پنجاب کی جو بھی حکومتیں آئی ہیں وہ 2009 تک 42 ارب روپے پنجابی زمینداروں اور کسانوں سے آبیانہ اور مالیت کی مد میں وصول کر چکی ہیں۔

جناب چیئرمین، مجھے پتا ہے کہ آپ ایک بار پھر مجھے کہیں گے کہ بیٹھ جاؤ۔ میں نے اس پر working کی ہے اور آپ کو ایک figure دیتا ہوں۔ بجلی کی مد میں ہمارے صوبے بھاشا، بھنجی، چوڑندی، ڈومیل، پٹن، سپاٹ گھاٹ وغیرہ کی feasibilities ہیں۔ یہ feasibilities کوئی آج کی نہیں ہیں، کوئی 2002 کی ہے، 1999 and 2001 کی ہے اور اس پر foreign and local جو پیسا چاہیے وہ چھ ارب اکتالیس کروڑ تہتر لاکھ ہے، یہ صرف feasibilities ہیں۔ ہمیں اس حکومت نے کیا

دیا، نو کروڑ تئیس لاکھ، اس کا کیا مطلب ہے کہ اگلے بیس سال تک ہم feasibilities ہی بناتے رہیں گے۔ یہ سنجیدگی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جو projects ہیں الائی خوڑ، بھاشا، جھانگر باشا، داسو، دبیل، گولن گور، خیال خوڑ، جبن اور تربیلا وغیرہ ان پر کل خرچہ 15 کھرب اکاون ارب انیس کروڑ چھیالیس لاکھ چودہ ہزار روپے آرہا ہے۔ آپ اگر serious ہیں کہ یہ بجلی پیدا کریں تو آپ ان میں سے چار، پانچ پراجیکٹس پر کام کرنا شروع کریں اور مکمل کریں۔ جناب! ہمیں صرف 8% اس بجٹ میں دیا گیا ہے جو کہ دو کھرب، آٹھ ارب، بائیس کروڑ، بیس لاکھ ہے۔ جناب! اب آپ بتائیں کہ آپ کہتے ہیں کہ انرجی کے لیے ہم زمین اور آسمان کو ملا دیں گے، کیا آپ کا اگلے بیس سالوں میں ان projects کو مکمل کرنے کا پروگرام ہے۔ اگر یہی پروگرام ہے تو پھر یہ load-shedding ختم نہیں ہو گی، چاہے آپ ہندوستان سے یا تاجکستان سے بجلی لائیں۔

جناب چیئرمین! میں نے کچھ اور باتیں بھی کرنی تھیں کیونکہ میں نے ان تمام documents کی study کی ہے۔ میں نے بہت سی proposals بھی Finance Committee میں دی ہیں۔ دہشت گردی اور energy پر میں نے زیادہ زور دیا ہے کیونکہ ہمارے لیڈر جو وزیر خزانہ ہیں، کل وہ اپوزیشن کے لیڈر تھے وہ اس پر زور دیتے تھے۔ ان کی ایک تجویز میں نے ایک تقریر میں دیکھی وہ کہتے ہیں کہ national grid کی ہندوستان میں state grid ہے۔ ہمارے ہاں صوبائی grid بننے چاہیئیں تاکہ میری بجلی، چترال کی بجلی میں چترال میں استعمال کروں، سوات کی بجلی سوات میں استعمال کروں، ہزارہ کی بجلی ہزارہ میں استعمال کروں لیکن مجھے اس بجٹ تقریر میں ایسی کوئی تجویز نظر ہی نہیں آئی۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور بھی ہوں اور آپ سے گلہ مند بھی ہوں کہ میں نے بہت کچھ کہنا تھا، آپ نے مجھے موقع نہیں دیا، cut motion ہم نہیں لا سکتے کہ اسی بہانے ہم کچھ کہہ دیں۔ یہ ایک موقع ہمیں سال میں ملتا ہے، اللہ آپ پر اور ہم پر رحم فرمائے۔

جناب چیئرمین: اللہ آپ کو زندگی دے، جب تک آپ ممبر ہیں، بولتے رہیں گے، ابھی چھبیس منٹ آپ نے consume کئے ہیں۔ جناب پروفیسر ساجد میر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: شکریہ جناب چیئرمین! بجٹ کے حوالے سے سب سے پہلی اچھی اور خوش آئند بات یہ ہے کہ یہ ایک جمہوری طریقے سے منتخب، جمہوری حکومت کا پیش کردہ بجٹ ہے۔ اس میں موجودہ اپوزیشن اور سابقہ حکومت کا کریڈٹ بھی ہے کہ شاید یہ پہلی جمہوری حکومت ہے جس کو دوسری جمہوری حکومت نے، جمہوری طریقے سے powers transfer کی ہیں۔ جناب والا! یہ ہمارے ملک کی سیاسی تاریخ میں جو بدقسمتی سے فوجی بوٹوں کی دھمک سے بھری ہوئی ملتی ہے اس میں یقیناً بہت اچھی پیش رفت ہے، بڑی خوش آئند بات ہے۔

جناب والا! جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے، ہر سال اس پر تقریریں ہوتی ہیں اور ہم تقریریں سنتے ہیں، aisle کے ایک طرف سے آواز آتی ہے کہ یہ بہترین اور عوام دوست بجٹ ہے۔ دوسری طرف سے آواز آتی ہے نہیں یہ بدترین اور عوام دشمن بجٹ ہے، elite کا بجٹ ہے، امیروں کا بجٹ ہے، اس کا غریبوں سے کوئی تعلق ہی نہیں، یہ باتیں ہر سال ہوتی ہیں۔ اس سال ایک تھوڑی سی تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ ہمارے اس طرف بیٹھے ہوئے دوستوں نے بھی فراخدلی اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے بجٹ کے بعض پہلوؤں کو سراہا اور ان کی تعریف کی۔ میں اپنے انتہائی فاضل اور قابل احترام دوست جناب کاظم خان صاحب کی بات نہیں کرتا، ان کی نظر اور سوچ عام طور پر بہت دور تک پہنچتی ہے لیکن آج بدقسمتی سے ان کی نظر مرغیوں کے ڈربے سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ باقی جو حضرات ہیں، انہوں نے یقیناً اس کے اچھے پہلوؤں کی تعریف کی ہے اور وہ پہلو ہیں بھی ایسے کہ ہر انصاف پسند، محب وطن ان کو سراہے بغیر، ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جناب چیئرمین! صوابدیدی اور سیکرٹ فنڈ کا ختم کرنا، PWP2 کا خاتمہ، circular debt کے خاتمے کا عزم یہ ایسے steps ہیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ میرے ایک اور انتہائی فاضل دانشور دوست کل فرما رہے تھے، اس میں کوئی bold step نظر نہیں آتا، میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر سیکرٹ فنڈ ختم کرنا، صوابدیدی فنڈ ختم کرنا اور اس طرح کے دوسرے اقدامات جن کا میں ذکر کروں گا، circular debt ختم کا ایک عزم، تھوڑے سے عرصے میں ختم کرنے کا عزم ظاہر کرنا یہ اگر bold step نہیں ہے تو پھر لفظ bold کی نئے سرے سے definition یا تعریف کرنی پڑے گی۔ اس بجٹ پر میرا ابتدائی اور مختصر تبصرہ یہ ہے کہ اس بجٹ

rich people friendly ہے، نہ poor people friendly ہے، یہ پاکستان friendly ہے اور economy friendly ہے۔ اس کی بنیاد ایک forward looking vision پر ہے۔ اس کے کچھ واضح اہداف ہیں جو معین کئے گئے ہیں اور جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بجٹ اس میں جو steps تجویز کئے گئے ہیں وہ معاشی خودمختاری اور خودانحصاری کی طرف ایک بہت بڑا قدم ہے۔ معاشی خودمختاری کو اس بجٹ نے اور بجٹ پر وزیرخزانہ نے بجا طور پر سیاسی خودمختاری کی ضمانت قرار دیا ہے۔ ملک کی sovereignty کی ضمانت قرار دیا ہے کیونکہ معاشی خودمختاری کے بغیر ہم نہ اپنی سیاسی خودمختاری کی حفاظت کر سکتے ہیں نہ اپنی sovereignty کو بچا سکتے ہیں۔ اس بحث میں نہ صرف اہداف ہیں، نہ صرف vision ہے، بلکہ ان اہداف کے حصول کے عملی طریقوں کی نشاندہی بھی ساتھ ساتھ کی گئی ہے۔ مالی خسارے اور دوسری مشکلات کے باوجود ترقیاتی بجٹ میں چار فیصد اضافہ یقیناً ایک bold step ہے، ایک بہت اچھا step ہے۔ جناب حاجی عدیل صاحب نے جناب اسحاق ڈار صاحب کی گزشتہ بجٹ تقریر کی، مجھے بھی اس کے بعض نکات یاد ہیں، ایک بات پر بڑا زور دیا ہے اور ان کے الفاظ کم و بیش یہ تھے کہ ہمارے معاشی مسائل کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات بڑھتے رہے ہیں اور ترقیاتی اخراجات کم ہوتے رہے ہیں، ان پر کٹ لگتی رہی ہے، یہ بات انہوں نے بڑا زور دے کر کہی تھی۔ یہ مقام شکر ہے کہ وہ اپنی بات کو بھولے نہیں اور مشکلات کے باوجود، جیسے کہا جاتا ہے financial بابوؤں کے، جیسے سنا گیا ہے کہ اصرار کے باوجود انہوں نے ترقیاتی بجٹ کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں چالیس فیصد اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔

جناب والا! ہمارے جو خسارے پر چلنے والے ادارے ہیں ان میں سے ریلوے کی طرف اس بجٹ میں خصوصی توجہ دی گئی ہے اور 31 ارب روپے اسے revamp کرنے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ پی آئی اے اور سٹیل ملز کی طرف بھی اسی طرح توجہ دی جائے اور ان کو صحیح track پر لانے کے لیے بھی کچھ خرچ کیا جائے، کچھ توجہ دی جائے، کچھ لگن اور محنت سے ان کو بھی درست کرنے کی کوشش کی جائے۔ Higher Education کے لیے ستاون ارب، ہمارے وسائل کے اعتبار سے معقول رقم ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ Higher Education Commission کو بااختیار بھی بنایا جائے، اس کو اچھے لیڈر اور اچھے رکن بھی دیئے جائیں۔ بدقسمتی سے حکومت اور Higher

Education Chairman کے درمیان ایک کشمکش چل نکلی تھی، اس کشمکش کا خاتمہ ہونا چاہیے اگر ہم Higher Education سے درست کام لینا چاہتے ہیں۔

جناب والا! غریب عوام کے لیے، چھت فراہم کرنے کا منصوبہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم، انکم سپورٹ، یہ اچھی بات ہے کہ محترمہ بے نظیر کا نام ختم نہیں کیا گیا، یہ منصوبے یقیناً غریب عوام کو فائدہ پہنچانے والے ہیں، مرغیوں کے لیے نہیں ہیں، غریب عوام کے لیے ہیں۔ ہم سب مانتے ہیں کہ ملک کو معاشی مشکلات کا سامنا ہے، معیشت کی حالت سخت خراب ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کو ٹھیک کرنے کے لیے bold steps لیے جائیں، اقدامات اٹھائے جائیں، مگر جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں، عوام بھی خواص بھی، اور اپوزیشن تو اس کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔

جناب والا! یہاں پر میں یہ ضرور کہوں گا کہ جہاں تک موجودہ وزیر خزانہ کی اپنے میدان میں قابلیت کا تعلق ہے، ان کی حب الوطنی کا تعلق ہے، commitment کا تعلق ہے شاید اس کے بارے میں دو رائے نہیں ہیں۔ اس لیے انہیں موقع دینا چاہیے، انہیں ذرا مشکل steps لینے پڑیں گے کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جہاں تک ہم ان کا ساتھ دے سکتے ہیں، جہاں تک قربانیاں ہم عوام اور خواص دے سکتے ہیں وہ دینی چاہئیں۔ جناب والا! میں جانتا ہوں کہ GST کے بڑھنے سے مہنگائی یقیناً بڑھے گی، عوام کو یقیناً اس کی تکلیف ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہے کہ tax net broad کرنے سے حکومت کی نیک نامی اور مقبولیت میں قطعاً اضافہ نہیں ہوگا۔ جن لوگوں کو tax net میں لایا جائے گا وہ یقیناً اس کو پسند نہیں کریں گے لیکن اس طرح کے مشکل اقدامات کئے بغیر بہتری کی توقع نہیں رکھنی چاہیے تاہم بعض اقدامات کی حیثیت عملی سے زیادہ symbolic ہوتی ہے، علامتی ہوتی ہے، میں یہ تجویز دوں گا کہ GST اگر بڑھانی ہے تو corporate tax میں کم از کم اس سال کمی نہ کریں۔ Corporate tax کو اتنا ہی رہنے دیں جتنا وہ ہے۔ اسی طرح building sector کو اگر ٹیکس نیٹ میں لانے کی کوشش ہے تو یہ اچھی بات ہے لیکن اس کے ساتھ stock exchange کے gains کو capital gain کو ٹیکس میں لانا چاہیے۔ حکومت کو ایک ایک پیسے، ایک ایک پائی کی ضرورت ہے اور یہ سیکٹر پیسے دے سکتے ہیں ان سے پیسے لینے چاہئیں۔

جناب والا! حج کے اخراجات کی بات ہوئی۔ آپ کہتے ہیں وزیر خزانہ نے کہا اور جناب بلور صاحب نے از راہ کرم ان کی حمایت کی کہ جی وہ حاجیوں پر نہیں ہے وہ تو hajj operators پر tour operators پر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ GST دکاندار اپنی جیب سے تو نہیں دے گا وہ تو گاہک کی جیبوں سے نکال کر دے گا، چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ کر کے دے گا، اسی طرح Hajj operator کبھی اپنی جیب پر بوجھ نہیں ڈالیں گے وہ حاجیوں کی جیبوں سے نکالے گا، ان پر ڈاکہ ڈالے گا۔ اس لیے میری تجویز یہ ہو گی کہ اس کو ختم کیا جائے، اس سے بہت زیادہ پیسے بھی آپ کو نہیں مل رہے، اس کی بجائے دوسرے سیکٹر موجود ہیں جن سے پیسے مل سکتے ہیں، ان سے لے لیں۔

جناب چیئرمین! آپ کو شاید مجھے یہ نہیں کہنا پڑے گا کہ پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ آخر میں، میں یہی کہوں گا کہ حالات کے مطابق اس سے بہتر بجٹ بنانا، بہتر بجٹ پیش کرنا ممکن نہیں تھا۔ یہ بجٹ کچھ مشکلات لائے گا، کچھ قربانیاں طلب کرے گا لیکن ان مشکلات اور قربانیوں سے گزرے بغیر وطن عزیز کی معیشت کو درست کرنا، مشکل و محال نہیں ناممکن ہے۔ بہت شکریہ، بڑی مہربانی۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Wednesday, 19th June, 2013 at 10:30 a.m.

---------------

*[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, 19th June, 2013 at 10:30 a.m.]*

---------------